اتباع الرسول، مرتبہ مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری حجم ۴۸ صفحے قیمت ۶ ؍ پتہ دفتر اہلحدیث، امرتسر،

مولانا چند سال سے مولوی احمد دین صاحب "مدعی منکر حدیث" سے حدیث کے حجت اور قابل اتباع ہونے پر بحث و مناظرہ فرما رہے تھے، زیر نظر رسالہ اسی تحریری مناظرہ کی روداد ہے، جسمین طرفین کے خطوط سوال و جواب کی شکل میں شائع کئے گئے ہین، مولانا نے جوابات مین صرف قرآن مجید کو پیش نظر رکھا ہے، یون تو آجکل مناظرہ کا نتیجہ کبھی بھی فیصلہ کن ثابت نہین ہوتا، لیکن اگر ان خطوط کے اول و آخر کو دیکھا جائے تو دعوی "انکار حدیث" خود مدعی کے الفاظ سے سست ہوتا گیا ہے، اور بالآخر مولوی احمد دین کے قلم سے یہ الفاظ بھی نکل گئے ہین "رسالت کی اطاعت کے تو ہم دونون قائل ہی تھے" اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والون کیلئے یہ دلچسپ رسالہ ہے،

قاعدۂ فارسی، مولفہ جناب ابو المحاسن محمد محسن خان صاحب متین مدرس فارسی وسطانیہ دار الشفا سرکار عالی حیدر آباد، حجم ۴۸ صفحے تقطیع چھوٹی طباعت و کتابت ایرانی طرز مین عمدہ اور بچون کے لائق ہے. قیمت ۶ ؍ پتہ :۔ مکتبہ ابراہیمیہ امداد باہمی محدود اسٹیشن روڈ حیدر آباد،

یہ فارسی کا ایک جدید قاعدہ ہے جو نئے اسلوب مین جدید طریق تعلیم مین سے "طریق راست" (DIRECT METHOD) کے اصول پر مرتب کیا گیا ہے، جو غالباً ہندوستان مین فارسی زبان کے لئے سب سے پہلی کوشش ہے، رسالہ ۲۱ درس مین منقسم ہے، پھر مختلف درس مختلف مشق مین مشق کرائے گئے ہین، ہر درس مین الفاظ کی تعبیر تصویرون سے کیگئی ہے، نیز قدیم فارسی الفاظ کے پہلو بہ پہلو جدید الفاظ بھی استعمال کئے گئے ہین، پھر ہر درس کی تعلیم کے لئے ہدایتین الگ درج ہین، آخر مین ایک فرہنگ مسلک ہے، جسمین مشکل الفاظ کے معنی بتائے گئے ہین، جناب مولف اس تالیف کیلئے شکریہ کے مستحق ہین، توقع ہے کہ یہ رسالہ طلبہ کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگا،

"ر"

جلد بست و پنجم | ماہ ذی قعدہ و ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۳۰ء | عدد ۵

مضامین

ماتمِ خادمِ ملت و مخدومۂ امت

علیاحضرت **سلطان جہان بیگم** سابق فرمانروائے کشورِ بھوپال جنکے نام نامی کیساتھ
ہمیشہ قلم کو یہ لکھنے کی عادت تھی کہ خلد اللہ ملکہا، خدا انکی حکومت ہمیشہ قائم رکھے، اب وہان کو
سدھارین جہان کی حکومت واقعًا ہمیشہ ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مغفرت کی لازوال دولت، اور
اپنی رضا و خوشنودی کی غیر فانی سلطنت عطا فرمائے،

علیاحضرت کی وفات ایک ایسا سانحہ ہی جس کا ماتم نہ صرف بھوپال، نہ صرف ہندوستان، نہ صرف
مسلمان، بلکہ تمام دنیا کر رہی ہی، اور کریگی، وہ نہ صرف اسلام کی بلکہ مشرق کی وہ آخری تاجدار خاتون تھین
جن کے کارنامون پر مرد سلاطین اور امرا بھی رشک کر سکتے ہین، ان کا دورِ حکومت جو تیئیس سال سے کم
نہین رہا بھوپال کی تاریخ کا زرین عہد ہے،

سلطانہ مرحومہ مشرقی و مغربی تعلیم و تمدن کا ایسا مجمع البحرین تھین، جو آج مصلحین امت کا آئیڈیل
ہے، ان کی مشرقی تعلیم پوری اور مغربی واقفیت بقدرِ ضرورت تھی، وہ نہ صرف فرمانروا تھین، بلکہ ہندوستانی
خواتین کی ہما، مسلمانون کی احد یونیورسٹی کی ہمیشہ [illegible]، مذہبی تعلیم کی سب سے بڑی حامی، مذہبی علوم و فنون کی سب سے بڑی سرپرست
کی معتدل نسوانی اصلاحات کی سب سے بڑی مبلغ، مسلمان عورتون مین سب سے بڑی کثیر التصانیف، اور
سب سے بہتر مقررہ، لیکن ان ہر قسم کے انتظامی، اصلاحی، ملکی، علمی اور تعلیمی کارنامون سے بڑھکر ان کا حقیقی
شرف، ان کی مذہبی گرویدگی، دینی عقیدت اور ایمانی جوش و ولولہ تھا،

وہ ہر قومی و مذہبی و علمی تحریک پر سب سے پہلے لبیک کہتی تھین، اور اس کے لیے عملی قدم

تھین، مسلم یونیورسٹی، مدرسۂ دیوبند، دار العلوم ندوہ، اور ووکنگ مشن چھوٹے بڑے بیسیون
تعلیمی و مذہبی ادارے اُن کی امداد و اعانت کے طوقِ منت سے گرانبار ہین، دار المصنفین اور سیرۃ نبوی
کو کہا جائے کہ انھین کے دستِ کرم سے اُن کی بنیاد پڑی، خصوصًا سیرۃ النبی جیسی اہم کتاب کا عالمِ وجود
مین آنے کا شرف صرف انکی ذاتِ گرامی کے لیے مخصوص ہے، امید ہے کہ تنہا انکی یہی نیکی شفاعتِ
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے استحقاق کے لیے کافی ہوگی،

سلطانہ مرحومہ کی ہستی مین رعب و شفقت کی عجیب آمیزش تھی اور اُن کے اخلاق مین عجیب
کشش تھی، اُن کا دربار حد درجہ سادہ ہوتا تھا، دربار کے آداب بھی تمامتر شرعی تھے، پردہ کے پیچھے
وہ تشریف رکھتی تھین، کورنش و تسلیمات و رکوع و سجدہ کا وہان دخل نہ تھا، سب سے پہلے السلام علیکم کی
بلند آواز اُن کی طرف سے آتی تھی، شاید ہی کوئی اُن سے ملا ہو اور اُن کے اخلاق و معلومات کی وسعت
سے وہ متاثر نہ ہوا ہو، علامہ شبلی مرحوم غالبًا ۱۹۰۶ء مین اُن سے ملے، تو ایسے متاثر ہوے کہ انھون نے
اپنے جذبات الندوہ کے چند صفحات مین ظاہر کیے، مجھے دو تین دفعہ اُن کے حضور مین باریابی کا شرف
حاصل ہوا، مگر ہر دفعہ دیر تک وہ اس اخلاق سے مصروفِ کلام رہین، کہ مخاطب یہ بھول جاتا تھا کہ وہ
کسی خود مختار فرمانروا سے باتین کر رہا ہے،

اُن کو تصنیف و تالیف کا شوق تھا اور اس کے لیے ایک خاص محکمہ تھا، اس سلسلہ مین انکے
مسودات بارہا دیکھے، اُن کے برمحل اعتراض اور باموقع سوجھ حیرت انگیز تھی، اپنی تصنیفات کے مسودون
کو وہ خود نظرِ ثانی کرتی تھین اور اپنے قلم سے ان پر نشان بناتی تھین،

ان کو رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ سے بے مثال عقیدت تھی، جس کی کھلی دلیل خود سیرۃ نبوی
موجود ہے، مگر اس کے علاوہ انکی گفتگو، تحریر، تقریر، ہر چیز سے اُن کا یہ جذبہ ظاہر ہوتا تھا، مجھے اچھی طرح
یاد ہے کہ مین سیرۃ کی پہلی جلد لیکر جب اُن کی خدمت مین حاضر ہوا تھا تو بڑے اشتیاق سے انھون

نے دریافت کیا تھا کہ عالم رویا مین رسول انام علیہ السلام کی زیارت کس طرح ہو سکتی ہے، ا[illegible]
لی کہ کتب حدیث و سیرت کے مطالعہ اور درود و سلام کی کثرت سے،

سلطانہ! تو آج سب سے بڑے سلطان کے دربار مین حاضر ہے، تیری ایک ایک نیکیان
انشاء اللہ اس دربار مین تیری سفارشی ہونگی، قبول و مغفرت کا تاج تیرے سر پر ہوگا، اور رضا و
خوشنودی کے مروارید تیرے گلے مین، سلطانہ! اب زمانہ ہزاروں کروٹین بدلیگا، مگر تجھکو نہ پائیگا
تاہم تیری زندۂ جاوید نیکیان تجھکو تا ابد زندہ رکھینگی،

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام تو

مقالات
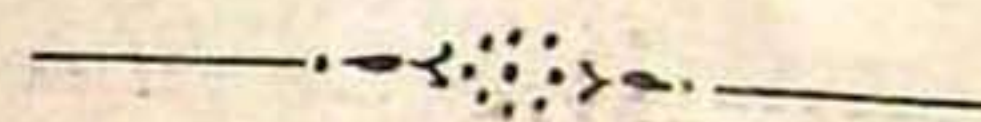
نزول القرآن علیٰ سبعۃ احرف

از

مولانا عبد السلام صاحب ندوی،

روایات صحیحہ سے ثابت ہو کہ قرآن مجید سات حرفون پر نازل کیا گیا ہے، چنانچہ بخاری مین اس روایت کے
الفاظ یہ ہین:-

ان ھٰذا القرآن انزل علی سبعۃ احرف یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا،

لیکن اس روایت کی صحت کے متعلق یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ

جس وقت کاتبان وحی قرآن شریف کو نازل ہونے کے وقت یا ذرا بعد مین لکھا کرتے تھے اُن سے کبھی
یہ بات نہین کہی گئی کہ سات طرح پر لکھو، اس کے بعد جب ابوبکر صدیق رضکے زمانہ مین قرآن شریف جمع کیا
گیا ہے اس وقت رقاع، لخاف، اکتاف، عسب اور صدور الرجال سے جمع کیا گیا تھا نہ کسی تحریر مین کوئی
نشان سبعۃ احرف کا پایا گیا اور نہ ان لوگون مین اختلاف کا سراغ ملا جنکے صدور سے قرآن شریف لیا گیا

تھا اس کے بعد حذیفہؓ نے جب لوگون کے قرآن پڑھنے مین اختلاف پایا اور عثمانؓ سے درخواست کی کہ قبل اس کے کہ لوگ اہل کتاب کی طرح اپنی کتاب مین اختلاف کرنے لگین ان کا ابھی انتظام کر دینا چاہیئے، اس درخواست پر حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ سے وہ مصاحف منگوائے جو خلیفہ اول نے جمع کرکے ان کے پاس بھجوا دیے تھے اور حضرت زید بن ثابتؓ اور دوسرے قرار کو حکم دیا کہ اسکی نقلین کر دین اور اگر کسی لفظ پر اختلاف ہو، تو قریش کی زبان کا لفظ لکھدین کیونکہ قرآن شریف قریش کی زبان مین اترا ہے"

اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ باوجودیکہ قرآن شریف دوبار مدون و مرتب کیا گیا، اور ان کی ترتیب و تدوین مین تمام اکابر صحابہ شریک تھے، لیکن کسی نے قرآن مجید کے سات حروف پر نازل ہونے کا اشارہ تک نہین کیا، بلکہ حضرت عثمانؓ نے جامعین قرآن کو صاف صاف الفاظ مین ہدایت کر دی کہ اختلاف کے وقت قریش کی زبان کو مقدم رکھین کیونکہ قرآن صرف قریش کی زبان مین اترا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سات حرفون والی روایت صحیح نہین، ہمکو اسوقت اس سے بحث نہین ہی، کہ سات حرف پر قرآن مجید کے نازل ہونے کے کیا معنی ہین؟ البتہ یہ روایت صحاح مین موجود ہے، بلکہ ابو عبید نے اس کے تواتر کا دعوی کیا ہے، اس لیے اسکی صحت مین شبہہ نہین کیا جاسکتا، اور اس کے صحیح مان لینے کے بعد ہم کو خود یہ فیصلہ کرنا چاہیئے کہ اس اختلاف کا اثر قرآن مجید کے طرز تحریر و اسلوب کتابت پر پڑ سکتا تھا یا نہین ؟

اس سے انکار نہین ہوسکتا کہ عرب کے مختلف قبائل کی زبان اور لب ولہجہ مین اختلافات موجود تھے مثلاً

(۱) قریش واسد کی زبان مین یاے مضارع کو فتحہ یا ضمہ ہوتا تھا ان کے علاوہ دیگر قبائل کسرہ دیے تھے اور یفعل کو یِفعل کہتے تھے،

(۲) عام عربی مین حرف گ نہین، لیکن بنو تمیم گ بولتے تھے،

(۳) ربیعہ اور مضر مونث مین کاف خطاب کے بعد ش بڑھا دیتے تھے جیسے علیک کی جگہ علیکش،

(۴) شمالی عرب مین علامت جمع ن اور جنوبی مین م تھی، شمالی عربی مین حرف تعریف الف تھا جنوبی مین

(۵) بنو تمیم ہمزۂ ابتدا کو عین کر دیتے ہین جیسے اسلم کو عسلم

(۶) بنو ہذیل ح کو عین کر دیتے تھے جیسے حرب کو عرب،

(۷) بنو قضاعہ ی کو ج کر دیتے تھے جیسے تمیمی کو تمیمج،

(۸) بنو سعد ع کو ن کہتے تھے جیسے اعطی کو انطی،

لیکن یہ تمام اختلافات صرف قرأت وتلاوت سے تعلق رکھتے تھے طرز تحریر پر ان کا کوئی اثر نہین پڑتا تھا کیونکہ اول اول قرآن مجید صرف قریش کی زبان بلکہ قریش مین بھی صرف رسول اللہ صلعم کے قبیلے کی زبان مین نازل ہوتا تھا اور اسی کے موافق لکھا جاتا تھا اس کے بعد لوگون کی آسانی کے لیے مختلف لب ولہجہ مین تلاوت کی اجازت دیدیجاتی تھی، چنانچہ خود بخاری مین یہ روایت موجود ہے،

اقرانی جبرئیل علی حرف فراجعتہ فلم ازل استزیدہ ویزیدنی حتی انتھی الی سبعۃ احرف

مجھکو جبریل نے قرآن کو صرف ایک حرف کے مطابق پڑھایا لیکن مین بار بار ان سے اس پر اضافہ چاہتا رہا اور وہ اضافہ کرتے رہے یہان تک کہ سات حرف تک پہنچے،

بخاری کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہین،

ان ھذا القرآن انزل علی سبعۃ احرف فاقرءوا ما تیسر منہ،

یہ قرآن سات حرف پر نازل کیا گیا ہی تو ان مین جو آسان معلوم ہو اسکے مطابق پڑھو،

اس کے ساتھ اور بھی بعض وجوہ تھے جنکی بنا پر قرآن مجید کا طرز تحریر ان اختلافات سے غیر متاثر رہتا تھا،

(۱) اولاً تو بعض اختلافات ایسے تھے جنکا کوئی اثر طرز تحریر کے اختلاف پر پڑ ہی نہین سکتا تھا، مثلاً قریش و اسد کی زبان مین اگرچہ یاے مضارع کو فتحہ یا ضمہ ہوتا تھا اور ان کے علاوہ دوسرے قبائل اس کو کسرہ دیتے تھے، لیکن چونکہ اس زمانے مین اعراب کا رواج نہین تھا، اسلیے ان صیغون کے لکھنے مین کوئی اختلاف ہو ہی نہین سکتا تھا، جن الفاظ مین نقطون کے تغیر سے اختلاف ہوجاتا ہے، مثلاً حدب اور حدیث ان کا بھی یہی حال ہی کیونکہ

نقطے بھی بعد کی چیز ہیں۔

(۳) ثانیاً اگرچہ بنو تمیم تمام قبائلِ عرب کے خلاف گ بولتے تھے، ربیعہ اور مضر مونث مین کاف خطاب کے بجائے ش بڑھا دیتے تھے، شمالی عرب مین علامتِ جمع نون اور جنوبی مین میم تھی، شمالی عرب مین حرف تعریف الف اور جنوبی مین میم تھا، بنو تمیم ہمزہ ابتدا کو ع اور بنو ہذیل ح کو عین، بنو قضاعہ ی کو ج کر دیتے تھے اور بنو سعد ع کو ن کہتے تھے، لیکن یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ جس طرح ان قبائل کے لب و لہجہ مین اختلاف تھا اوسی طرح ان کے طرز تحریر مین بھی اختلاف تھا، خود ہمارے زمانے مین پنجاب کے لوگ ق کا تلفظ نہین کر سکتے اور قرآن کو کران کہتے ہین، لیکن اس کا کوئی اثر طرزِ تحریر پر نہین پڑتا اور پنجاب کے لوگ بھی قرآن کو قرآن ہی لکھتے ہین، بعینہ اسی طرح ممکن ہے کہ اہل عرب کے لب و لہجہ مین تو اختلاف ہو لیکن طرزِ تحریر مین اختلاف نہ ہو اس لیے لب و لہجہ کے اس اختلاف کا کوئی اثر قرآن مجید کے طرزِ تحریر پر نہین پڑ سکتا،

بہر حال ان اسباب سے رسول اللہ صلعم کے زمانے تک قرآن مجید کے طرزِ تحریر و کتابت مین کوئی اختلاف نہین پیدا ہوا اور عہد صدیقی مین بھی جو قرآن مرتب ہوا وہ چونکہ انھی اجزا سے مرتب کیا گیا تھا جنپر عہدِ رسالت مین قرآن مجید لکھا گیا تھا اس لیے اس مین بھی کوئی اختلاف پیدا نہین ہوا، البتہ اس کے بعد لوگون نے بطور خود جو مصاحف مرتب کیے تھے ان مین باہم اختلاف تھا، اس لیے قرآن مجید کا جو نسخہ ابتدائی نزول کے مطابق صرف قریش کی زبان مین لکھا گیا تھا، اسی کے ذریعہ سے ان تمام اختلافات کو دور کیا جا سکتا تھا چنانچہ حضرت عثمانؓ نے اسی سے نقل کرا کے مختلف مصاحف مرتب کروائے اور ان کے علاوہ جس قدر دوسرے مصاحف موجود تھے ان سب کو ضائع کرا دیا اور اب قرآن مجید مین ان اختلافات کا کوئی وجود نہین ہے۔

یہان تک ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ صرف ایک سوال کا جواب تھا، جو اس روایت کے متعلق ہم سے کیا گیا تھا، لیکن یہ سوال یہین پر ختم نہین ہو جاتا، بلکہ یہ روایت خود قرآن مجید کی بعض آیتون کے بھی مخالف معلوم ہوتی ہے، مثلاً خداوند تعالیٰ نے مختلف آیتون مین قرآن مجید کی جو خصوصیتین بیان فرمائی ہین ان مین ایک خصوصیت

ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرًا — اگر قرآن خدا کے سوا (کسی اور) کے پاس سے آیا ہوتا تو ضرور اس مین بہت سے اختلاف پاتے،

لیکن کیا قرآن مجید کا سات حروف پر نازل ہونا اس آیت کے صریح مخالف نہین ہے؟ کیا اختلاف کی اس سے زیادہ واضح کوئی اور مثال مل سکتی ہے؟ امام رازی نے اس آیت کی تفسیر مین لکھا ہے کہ سورتون کا چھوٹا اور بڑا ہونا اس آیت کے مخالف نہین ہے، لیکن انھون نے اختلافِ حروف سے کوئی تعرض نہین کیا ہے، البتہ امام شاطبی نے الموافقات فی اصول الاحکام مین ضمناً ایک موقع پر اس سوال کا جواب دیا ہے، چنانچہ انھون نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

"شریعت کے سمجھنے کے لیے امیون یعنی اہل عرب کی رسم و عادت کی پیروی کرنی لازمی ہے جنکی زبان مین قرآن مجید نازل ہوا ہے، پس اگر اہل عرب کی زبان مین کوئی مقررہ رواج موجود ہو تو شریعت کے سمجھنے مین اس سے تجاوز کرنا صحیح نہین ہے، لیکن اگر اس قسم کا رواج موجود نہین تو ایسی روش اختیار نہین کرنی چاہیئے، جس سے اہل عرب واقف نہ ہون، مثلاً اہل عرب کا ایک اصول یہ ہے کہ جب تک معانی محفوظ رہ سکتے ہین وہ الفاظ کی پابندی ضروری نہین سمجھتے اور اس سے ان کے کلام کی صحت و استقامت مین کوئی خلل واقع نہین ہوتا، یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے بہت سے کلام مین قوانین کلیہ اور ضوابط مستمرہ کی پابندی نہین کرتے، اور بلاضرورت بہت سے منثور کلام مین نظم کی روش اختیار کرتے ہین اور جو چیز ان کے مقاصد کو بہترین طور پر ظاہر کر سکتی تھی اس کو چھوڑ دیتے ہین اور اس کو کسی قسم کی کمزوری یا کمی نہین خیال کیا جاتا"

بعض الفاظ کی بنا پر وہ اُن الفاظ سے بے نیاز ہو جاتے ہین جو ان کے مرادف یا قریب المعنی ہون، بشرطیکہ معنی مقصود ٹھیک طور پر ادا ہو جائے، اور اسکو اختلاف یا اضطراب خیال نہین کیا جاتا، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، جو سب کے سب کافی و شافی ہین، اہل قرأت ہمیشہ ان روایات

پر جوان کے نزدیک صحیح یعنی مصحف کے موافق ہین عمل کرتے چلے آئے ہین، اگرچہ بظاہر دونون قراتون
مین معناً اختلاف نظر آتا ہے لیکن وہ لوگ بلاشک واشکال قرآن ہی کی قرأت کرتے ہین، کیونکہ
مقصود خطاب کے موافق اول سے آخر تک کلام کے معنی ٹھیک ہین اور انہین کوئی تفاوت نہین ہے
مثلاً مالک اور ملک (وما یخدعون الا انفسھم) (وما یخادعون الا انفسھم) وغیرہ مین
کیونکہ ان سب آیتون مین مقصود خطاب کے سمجھنے مین کوئی تفاوت نہین ہے،

یہ عرب کی ایک عادت تھی، چنانچہ ابن جنی نے عیسی بن عمرو سے روایت کی کہ مین نے ذوالرمہ کو یہ شعر پڑھتے
ہوئے سنا،

وظاھر لھا من یابس الشخت واستعن　　علیھا الصبا واجعل یدیک لھا سترا

تو مین نے کہا کہ تم نے میرے سامنے ،،من بائس،، پڑھا تھا تو اس نے کہا کہ یابس اور بائس ایک ہین تو دیکھو
کہ ذوالرمہ نے بوس اور یبس کے اختلاف کی پروا نہین کی کیونکہ شعر کے معنی دونون طریقے پر ٹھیک تھے،
ان کے اشعار مختلف روایات اور مختلف الفاظ کے ساتھ منقول ہین اور ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ
وہ کسی لفظ کا التزام اس خصوصیت کے ساتھ نہین کرتے تھے کہ اس کا مرادف یا قریب المعنی لفظ
عیب یا ضعف خیال کیا جائے[1]،،

قرآن مجید تمامتر اہل عرب کے الف و عادت کے مطابق نازل ہوا ہے اسلیے اسکے الفاظ مین اس قسم کے معمولی اختلافات کا ہونا اسکی ہموار ی
مین خلل انداز نہین ہو سکتا، اسکے ساتھ بعض اصول اور بھی تھے جنھون نے ان اختلافات کو ضروری کر دیا تھا مثلاً افہام و تفہیم کا ایک اصول یہ ہے کہ ایسی
روش اختیار کیجائے جو تمام عرب کے لئے عام ہو کیونکہ تمام باتون مین لوگون کی سمجھ یکسان نہین ہوتی البتہ عام جمہوری معاملات مین تمام لوگون کی
سمجھ تقریباً یکسان ہوتی ہے، و کتاب و سنت کا سمجھنا بھی اسی اصول کے تحت مین داخل ہے اسلیے ان کے معانی کو بھی تمام عرب کیلیے مشترک ہونا چاہیے
یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید سات حروف پر نازل کیا گیا اور اسمین تمام لغات کو شریک کر دیا گیا تاکہ عرب کے تمام قبائل اسکو سمجھ سکین، خود ترمذی مین ہے

[1] الموافقات ج دوم ص ۵۳-۵۴-۵۵،

حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت جبرئیل سے ملاقات کی تو فرمایا کہ اے جبرئیل مین ایک ان پڑھ قوم مین مبعوث کیا گیا ہون جن مین بعض
بوڑھی عورتین، بوڑھے مرد، لڑکے لڑکیان اور ایسے مرد موجود ہین جنھون نے کبھی کوئی کتاب نہین پڑھی، تو انھون نے کہا کہ اے محمد قرآن سات حروف پر نازل کیا
گیا ہے، لیکن باینہمہ بعض صحابہ قرآن مجید کو عام کلام عرب سے مختلف اور اہل عرب کی اس عادت سے بالاتر سمجھتے تھے اور اسکو افہام و تفہیم کے اس
اصول کے تحت مین داخل نہین کرتے تھے اسلیے جب وہ قرآن مجید کی مختلف قرأتین سنتے تھے تو ان کے دل مین شکوک و شبہات پیدا ہوجاتے تھے
اور ان اصول کے مطابق رسول اللہ صلعم کو انکے ازالہ کی ضرورت پیش آتی تھی، چنانچہ صحیح بخاری مین ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ہشام بن حکیم کو
خود رسول اللہ صلعم کی زندگی مین سورہ فرقان کو مختلف طریقون سے پڑھتے ہوئے سنا جو ان طریقون کے مخالف تھے جنکے مطابق انھون نے
ان کو قرآن مجید کی تعلیم دی تھی اسلیے انھون نے سختی کیساتھ اُن سے اختلاف کیا اور انکو پکڑ کر آپکی خدمت مین لائے تو آپ نے دونون
کی قرأتون کو سنکر فرمایا،

ان ھذا القرآن انزل علی سبعۃ احرف　　یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، تو ان مین جو آسان

فاقرؤا ما تیسر منہ　　معلوم ہو اس کے مطابق پڑھو،

صحیح مسلم مین ہے کہ ایک بار حضرت ابی بن کعبؓ مسجد مین تھے کہ ایک شخص نماز پڑھنے آیا اور اس نے ایسی قرأت کی جس سے انھون نے
اختلاف کیا، اسکے بعد دوسرا شخص آیا اور اس نے اس سے مختلف قرأت کی، جب سب نماز پڑھ چکے تو ایک ساتھ رسول اللہ صلعم کی خدمت
مین حاضر ہوئے اور حضرت ابی بن کعبؓ نے ان دونون کی اختلاف قرأت کا واقعہ بیان کیا، آپ نے دونون کی قرأتین سنکر دونون کی تعریف
کی جس سے حضرت ابی بن کعبؓ کے دل مین آپکی تکذیب کا خیال پیدا ہوا آپ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو ان کے سینے
پر ہاتھ مارا جس سے وہ عرق عرق ہو گئے اور خوف کے مارے ان کو خدا نظر آنے لگا اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے
ابی میرے پاس یہ پیغام آیا کہ مین قرآن کو صرف ایک حرف کے مطابق پڑھون، مین نے درخواست کی کہ میری
امت پر آسانی کر، دوبارہ پیغام آیا کہ مین دو حرفون کے مطابق پڑھون، مین نے درخواست کی کہ میری امت پر
آسانی کر، تیسرے بار پیغام آیا کہ مین اسکو سات حروف کے مطابق پڑھون،

[1] الموافقات فی اصول الاحکام جلد دوم صفحہ ۵۶-۵۷،

ایک کمیاب اردو مخطوطہ

"قصۂ حضرت تمیم انصاری"

(کتب خانۂ کلیہ جامعہ عثمانیہ مین)

(۲)

از مولوی عبد القادر صاحب سروری اسسٹنٹ پروفیسر اردو جامعہ عثمانیہ کالج

قلم اب توں انٹی قصۂ بے نظیر — شتابی سوں لک مختصر دلپذیر

اب آگے قصہ بیان ہوا ہے کہ

"ایک روز حضرت عمر فاروقؓ فریضۂ فجر ادا کر کے وعظ فرما رہے تھے کہ ایک عورت جس کے متعلق بعد مین معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تمیم انصاری کی بی بی تھی پریشان حال آتی ہے اور حضرت عمرؓ کی خدمت مین عرض کرتی ہے،

کہی مجھ اوپر بہوت ہی سخت حال — میرا مرد غائب ہوا چار سال

کھانے پینے کا سامان بھی نہین اب آپ سے اجازت لینے آئی ہون کہ اگر آپ کی رضا ہوئے تو "عقد دوسرا کرون" یہ سنکر حضرت عمرؓ نے اس کو کچھ دن اور انتظار کرنے کے لئے فرمایا، لیکن اس کے بعد بھی جب اس کے شوہر کا پتہ نہین چلا تو حضرت عمرؓ نے اسے نکاح ثانی کی اجازت دیدی اور ایک صاحب نکاح کرنے کے لیے راضی بھی ہو گئے۔ دین عقد کی رسم ادا ہوگئی، مصنف نے اس عورت کے پہلے شوہر کا نام نہین بتایا، بلکہ تمیم انصاری کے اپنی مہمات ختم کر کے واپس آنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ غائب شدہ شوہر یہی تھے، اسی طرح دوسرے

ا؎ یہ شد لکھو،

صاحب کا نام بھی نہین لکھا جنھون نے تمیم انصاری کی بی بی سے عقد کیا تھا،

الغرض نکاح کے بعد جب یہ مکان پہنچے تو اتفاق سے جمعرات تھی وہ خدا کی عبادت کر رہی رہتے تھے کہ حضرت تمیم انصاری آجاتے ہین، ان کو دیکھکر ان کی بی بی ان کو پہچان نہین سکین، اور ان کو دھوکہ باز شخص تصور کر کے حضرت عمرؓ کے پاس لیجاتی ہین اور گذرے ہوے حالات سناتی ہین، حالات سنکر حضرت عمرؓ متعجب ہوے اور دونون کو لے کر حضرت علیؓ کے پاس پہنچے، یہان تمیم انصاری اپنا قصہ بیان کرتے ہین کہ ایک رات مجھے غسل کی ضرورت محسوس ہوئی، بی بی سے مین نے پانی گرم کرنے کے لیے کہا، اور جلدی کی تو اس نے جھنجھلا کر کہا کہ صبر کیون نہین کرتے کیا تم کو دیو پکڑ لیجاتا ہے، ایسے مین ایک دیو مجھکو لیکر اڑ گیا اور زمین کے پانچوین طبق مین لیجا کر پھینکا، یہان اُن کو قسم قسم کی مخلوقات نظر آئی، ایک دھما کا ہوا اور یہ مخلوقات جو دیو پری وغیرہ پر مشتمل تھی ظاہر ہوئی، پریان اکثر سلح پوش اور ہوا پر اُڑ رہی تھین، اُن کی سردار پری[1] ہوا سے اتر کر تمیم انصاری کے پاس آئی، اور اُن کو ان کے نام سے مخاطب کر کے سلام کیا، حال دریافت کر رہی تھی کہ دیون کی ایک فوج نمودار ہوئی، اور پریون مین اور ان مین جنگ شروع ہوگئی، پریون کو فتح نصیب ہوئی اور سردار پری نے بعد فراغ جنگ ساتھیون سے کہا کہ تمیم انصاریؓ کو "پیر پریؓ" کے پاس لے جاکر ملاؤ، گھوڑے پر سوار ہو کر چلے، بعد مین معلوم ہوا کہ وہ پہلے پانچوین طبق زمین مین تھے اور اب دوسرے مین پہنچ گئے ہین، پیر پری کے پاس پہنچے تو اس نے مہربانی کی، اور پوچھا کہ کیا رسول خداؐ جہان مین حیات ہین؟ انھون نے کہا کہ "رحمت علیہ السلام ہوے" اس پر وہ رونے لگی، اور بے ہوش ہوگئی، جب ذرا سنبھلی تو پوچھا کیا تم نے آنحضرتؐ کو دیکھا ہے، تمیم انصاریؓ نے فرمایا کہ ہان، اس پر اس نے حضرت تمیم کی آنکھون کو چوما، گھر مین لے گئی اور کہا کہ اگر تم مجھکو مصحف پڑھاؤ تو مین تم کو مکان بھجوا دون، حضرت انصاریؓ نے اس کو قرآن پڑھایا، جب ختم ہوا تو پری نے بڑا جشن منایا،

[1] غالباً یہ سردار پری ہے،

اس دوران مین انصاریؓ نے ایک رات خواب مین اپنا وطن دیکھا اور زار زار رونے لگی، اُن کو روتے دیکھکر پری نے ماجرا دریافت کیا، حضرت تمیم نے سارا واقعہ سنایا، جبپر اس نے رحم کھا کر ایک دیو کو حکم دیا کہ اُن کو مکان پہنچا دے، جانے سے قبل تمیم انصاری کو اُس نے ایک دعا بھی سکھا دی، جس سے مصیبت مین کام لیا جا سکتا تھا، دیو جوان کو لے کر اڑ رہا تھا، راستہ مین آسمانون کے قریب فرشتون کی گن سن لینے ٹھہر گیا، فرشتون کو جب یہ حال معلوم ہوا تو انھون نے ایک آگ کے گرز سے اسکو مار کر فنا کر دیا، اتفاق سے تمیمؓ کو پری کی سکھائی ہوئی دعا یاد آگئی جس کے پڑھنے سے وہ بچ گئے،

دوسرا مقام، اس ساقی نامے سے شروع ہوتا ہے،

ایا توں تو اے ساقی خوش خرام
پلا خوش صراحی سو بھر بھر کے جام

صراحی بدن روح کا ہے ہما
کہ دولت کوں یو مرغ ہے رہنما

جب تمیم انصاری کو ہوش آیا تو اپنے آپ کو ایک وسیع بیابان مین پایا، جہان کسی جاندار کا پتہ نہ تھا، وہ تھوڑی دیر ہی اس پریشانی مین رہے ہونگے کہ ایک مرغ کہ جس مین ہزارون رنگ تھے" ان کی طرف بڑھا اور سلام کر کے گھر کو پہنچنے کی امید دلائی، ان کی بھوک پیاس کے دور کرنے کے لیے ان کو ایک عیش فزا باغ مین لیجا کر ایک ایسا پھل توڑ کر دیا جس کی تعریف صنعتی نے اس طرح کی ہے،

جسی رنگ رخسار خوبان تے لال
مٹھائی مین محبوب کی لب کی مثال

خنک تھا عجب وصل کے حال تے
ادکٹہ نرم معشوق کے گال تے

پھل کی صفت یہ تھی کہ گو وہ مختصر تھا، لیکن کبھی ختم ہی نہین ہوتا تھا، مرغ نے ان کو گھر کا راستہ بتلایا کہ سیدھا قبلہ کی طرف چلے جاؤ، یہ کہکر مرغ غائب ہو گیا، اور یہ رات وہین بسر کرنے کے لئے ٹھہر گئے، رات کو باغ کا عجیب حال تھا، آپ ہی آپ تمام درخت روشن ہو گئے، اور ان کے پتون کی حرکت سے انسان کی گفتگو کی سی آواز پیدا ہونے لگی، صبح ہوتے ہی یہ پھر اپنی منزل طے کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوتے ہین،

ٹہ زیادہ

تیسرا مقام،

ساقی نامہ

آ تا ساقی وہ دور آتا ہے خاص
پلا جام اور غیر تے کر خلاص

صفائی تے اس دلکوں مجھ پاک کر
قیامت کی ہولٹہ ان تے بے باک کر

تیسرے مقام مین تمیم انصاری کا گذر ایک ہولناک جنگل مین ہوتا ہے، جس مین غول آباد تھے، اس وقت پیاس کی شدت سے حضرت تمیم بیتاب ہو رہے تھے، ان مین سے ایک مقبول صورت غول نے ہمدردی کا اظہار کیا، پانی تک پہنچانے کے حیلے سے حضرت تمیم کو لے چلی اور ایک سراب کے کنارے پہنچا کر غائب ہو گئی، پھر ایک بلا کی شکل مین نمودار ہوئی، اور حضرت تمیم کے پیچھے دوڑنے لگی، اس دعا کی برکت سے نجات ملی، وہ ایک باغ مین پہنچے، پھل وغیرہ کھا کر سستایا، اور چلے ہی تھے کہ ایک دوسری آسمانی بلا کوہ غلطان کی طرح ان کی طرف آتی ہوئی نظر پڑی، حضرت تمیم کے پاس آکر اُس نے سلام کر کے کہا کہ مین وہی دابۃ الارض ہون جسکا ذکر قرآن شریف مین آیا ہے، حضرت تمیمؓ نے اس سے مکان کا راستہ دریافت کیا، اس نے کہا کہ تم سیدھے قبلہ کی رخ چلنے لگو، مکان پہنچ جاؤگے،

چوتھا مقام اس ساقی نامے سے شروع ہوتا ہے،

آ تا ساقی آ دلکون مجھٹہ دے جیلا
سو کشتی منےٹہ مجھ کوں دریا پلا

میری دل کی کشتی کی تختیان کون سانٹہ
سو اور زر کی کشتی کو اوزار باند

چوتھا مقام، وہان سے شروع ہوتا ہے، جب تمیم انصاری ایک پہاڑ کے قریب پہنچے ہین، اس پہاڑ کے قریب انھین ایک مسجد نظر آتی ہے، جس مین ایک مرد بزرگ خدا کی عبادت کیا کرتے تھے، تمیم انصاری ان سے جا کر ملتے ہین، غار مین ایک باغ تھا جہان کچھ میوے کھا کر آرام لیتے ہین، پیر مرد اپنے حالات بیان کرتے ہین کہ مین یہان اسی طرح کئی سال سے عبادت الٰہی مین مشغول ہون، ہر دو سال کو ایک جہاز آتا ہے،

لہ ہول کی جمع ٹہ مجھ ٹہ مین،

جس کے لوگ مجھے کچھ کپڑے وغیرہ دے جاتے ہین، یہ وقت بھی جہاز کے آنے کا تھا چنانچہ جہاز نظر آیا اور ساتھ ہی جہاز بھی آگیا، پیر عابد نے جہازیون سے تمیم انصاری کی سفارش کرکے ان کو مکان پہنچانے پر آمادہ کردیا، انصاری وہان سے روانہ ہوے، صنعتی کشتی کی تعریف اس طرح کرتے ہین،

دیکھ کشتی کو تون سر بسر کہ یک شہر چلتا ہے پانی اوپر

بھرین جہاز او جون زن باردار سو یک پیٹ مین اس طفل کئی ہزار

کرے بادن یون پیٹ مین لیکو دھاؤن کہ جون پیٹ مین سانپنی لیکو پاؤن

رین مین زمین یون دستی تابدار دسین جل پو دیپک ہزاران ہزار

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صنعتی نے دریا کا سفر بھی کیا تھا یا کم سے کم انھین کسی ساحلی مقام سے جہاز کو چلتے دیکھنے کا ضرور اتفاق ہوا تھا، یہ کوئی غیر معمولی بات نہین کیونکہ اس وقت (سنہ ۱۰۲۵ھ) مین مغربی قومین ہندوستان مین کثرت سے آنے جانے لگی تھین، تاہم یہ ضرور ہے کہ عوام اسکو ایک اعجوبہ ضرور خیال کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ صنعتی نے بلیغ تشبیہون کے ذریعہ ایک جہاز کا ماحول سمجھانے کی کوشش کی ہے، وہ جہاز جس مین تمیم انصاری چلے تھے، راستہ مین طوفان کی وجہ سے پہاڑ سے ٹکرا کر ٹوٹ جاتا ہے اور یہ اتفاق سے ایک تختے پر صحیح و سالم خشکی تک پہنچے،

مقام پنجم،

اتا ساقی او لیا شراب کہن جو ستا اگن اژدہا کے من

کہ دم بدم پیکو او جام خاص اچھون غم کی مین اژدہا تے خلاص

تمیم انصاری اسی طرح چل رہے تھے شام ہوگئی، اندھیرے مین انھین ایک جگہ سے روشنی آتی ہے، یہ اس طرف جاتے ہین جواہرات کا ایک ڈھیر نظر آتا ہے، یہ ابھی ان کو دیکھ ہی رہے تھے کہ ایک

لہ پھر تو ایکے تو دو دو راٹ دیکھے تو وہ لاشہ ڈالتا، برستا تا شہ آگ لہ رہون، ہو جاؤن،

بڑا اژدہا ان کی طرف دوڑتا ہوا نظر پڑا، قریب تھا کہ وہ ان پر حملہ کرے، ان کو یکایک پری کی سکھائی ہوئی دعا یاد آگئی جس کے اثر سے اژدہا غائب ہوگیا، وہ پھر چل کھڑے ہوے، لیکن مکان کا پتہ نہ ملنا تھا نہ ملا، آخرکار مایوس ہوکر خودکشی پر تیار ہوجاتے ہین۔

مقام ششم،

اتا ساقی او جام خوش بات دے سو ایسی کہ رسیمان ہات دے

کہ ناگاہ مین لیکو او رسیمان چڑون یک بلندی اوپر بیگیان

اپنے مار لینے کے لیے تمیم انصاری پتھر تلاش کر رہے تھے کہ ایک خوشرو جوان نظر آیا اس نے ان کو خودکشی سے روکا، اور سمجھایا کہ گھر قریب ہی ہے، ہراسان نہ ہو اور کہا کہ اگر تو میرا ساتھ دے اور مین جو کچھ کہون کرے تو تجھے ایک ملک کا بادشاہ بنا دون گا، مکان پہنچا دونگا، تمیم انصاری راضی ہوگئے اس جوان نے ان کو کھلایا، پلایا اور جب چلنے کے لیے تیار ہوے تو وہ خاک مین لوٹ کر ایک مرغ کی شکل مین نمودار ہوا، اس نے تمیم سے کہا کہ میرا پیر مضبوط پکڑ لو، اس کے بعد وہان سے اڑ کر چلے۔

مقام ہفتم:-

اتا ساقی وہ جام لیا لے بدل کہ جستی کھلین خوش دلان کی محل

پلا دمبدم بھر کو او صاف جام کہ دل کے کھلین قفل جستی تمام

دو روز کے بعد مرغ تمیم انصاری کو لیکر ایک جزیرے مین پہنچا، یہان ایک عالیشان محل کے پاس ان کو اتار کر پھر اگلا سا جوان بنگیا، اپنے پاس سے ایک رسیمان کو قفل پر پھیر دیا جس سے قفل کھل گیا، حضرت تمیم کو اندر لیکر چلا، یہ عمارت نو محلون پر مشتمل تھی، لیکن ہر ایک کی حفاظت شیاطین، سانپ اور کژدم وغیرہ کر رہے تھے، جب یہ جاندار ان کی طرف بڑھنے لگے تو اسی رسیمان کی مدد سے وہ ان بلاؤن سے بچکر نکل گئے،

مقام ہشتم،

اتا دمبدم ساقی لیا وہ نبیذ   کہ ھل من مزیدیم دھل مین مزید

مین جم جم ہون، جسم جامکا مشتری   کرون تخت جم کا ہو انگشتری

اس نوجوان کے ساتھ حضرت تمیم انصاری نوین محل مین پہنچے، وہان تخت پر سلیمان علیہ السلام سو رہے تھے، ان کے ہاتھ مین انگشتری تھی، جس کے اثر سے تمام جاندار اور بے جان ان کی اطاعت وحفاظت کے لیے تیار تھے، نوجوان جو دراصل دیو تھا اس انگشتری کو حاصل کرنے کا درپے تھا، ریسمان کی مدد سے وہ جوان تخت تک پہنچ گیا اور انگشتری نکالنے کو ہی تھا کہ ایک بڑی ہولناک آواز ہوئی، جوان کا کلیجہ پھٹ کر وہ مرگیا، ایک آواز نے تمیم کو بھاگ جانے کی تاکید کی، تمیم کے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ آواز جبریل کی تھی، جبریل نے تمیم سے کہا کہ تخت کے نیچے ایک انگوٹھی ہے تو اس کو لیکر رکھ لے اس سے تکلیفین آسان ہونگی، انگشتری لیکر وہ چلے،

مقام نہم :-

اتا ساقی او شاہد گلعذار   پلا لیا کو شیشی کی پرتی بہار

جو شیشی مین ہے او مئی لعل گون   کہ پردے منی خوب محبوب جون

تمیم انصاری محل سے نکلکر کچھ دور پہنچے تھے کہ راستہ مین ایک مکان پر سے گذر ہوا جس کی مالک ایک حسین عورت تھی، اس کی حاملہ مان کو وہی دیو محل سے اڑا لایا تھا جس کا ابھی ذکر ہوا ہے، یہ درحقیقت پری تھی اس نے تمیم سے دیو کی مہم کے حالات سنے، تمیم نے اس سے پوچھا کہ تجھے میرا نام کس طرح معلوم ہوگیا، اس نے جواب دیا کہ مین نے توریت مین یہ پڑھا تھا کہ ادھر انسان کا گذر نہین ہوگا سوا ئے محمدؐ نبی کے ایک بار تمیم انصاری کے، اس سے مجھے تمہارے پہچاننے مین دشواری نہین ہوئی، تمیم انصاری نے اس کی خواہش پر اسکو مسلمان کیا، اور کچھ دنون ٹھہرنے کے بعد اس سے رخصت ہوکر نکلا

لہ لاکر،

پری نے جس دیو کو پہنچانے کا حکم دیا تھا وہ ایک سمندری پہاڑ پر ان کو لیجاکر بہانے سے انگشتری چھین اور دھوکہ دیکر بھاگ گیا، یہ ابھی وہان سے چلے ہی تھے کہ ایک اور دیو نے ان کو پہاڑ سے نیچے پھینک دیا، لیکن پری کی دعا سے یہ بچ گئے اور گھر کی راہ لی،

مقام دہم،

اتا ساقی اس روح کو لے پران   اس آخر زمانے کی فتنیا نکون بان

جوتا اس کی مستی سون مین ساندکر   ستون غم کے دجال کون باندکر

راستہ مین ایک درخت کے نیچے ستا رہے تھے، ایک قوی ہیکل دیو وہین بندھا ہوا تھا، اس سے ان کی گفتگو ہوئی، اس کے بعد اس نے زور کرکے اپنی زنجیرین توڑین اور تمیم کو پکڑ کر پھینکنا ہی چاہتا تھا کہ ایک فرشتہ نمودار ہوا، اس نے ان کو بچایا اور دیو کو دوبارہ درخت سے مضبوط باندھ دیا، دیو دجال لعین تھا،

مقام یازدہم،

اتا ساقی لیا اور رنگین مدن   شہیدان کی مانند خونی کفن

کہ تا اس کی مستی سون ہوکر سعید   پریکی اچھون تیغ کا مین شہید

کچھ دور یہ چلے تھے کہ انھین ایک اور محل نظر پڑا، اندر جانے پر دیکھا کہ ایک کمرہ مین بہت سے تن بغیر سر کے پڑے ہوئے ہین، چار سوار ان کی حفاظت کر رہے ہین، ان سے پوچھنے پر یہ معلوم ہوا کہ یہ آنحضرتؐ کے صحابی ہین جو شہید ہوئے تھے، اور یہ سوار نوح علیہ السلام کے زمانہ سے یہان بر سر خدمت ہین، اس مقام پر شہید اکثر کھاتے پیتے ہین، سوارون نے تمیم انصاری کو گھر کا پتہ بھی دیا، یہ چلے عرصہ کے بعد ایک عالیشان باغ ملا، بے حد پر فضا، ایک درخت کے تلے ایک پیر مرد

لہ فتنون کو ٣ے تا کر ٤ے پھینکون

تسبیح خوانی مین مصروف تھے انھون نے حضرت تمیم سے کہا کہ مدینہ مین تیری تلاش ہو رہی ہے، تو کہان غائب تھا، وضو کر اور فلان پیر کے پاس جاکر حال بیان کر وہ گھر پہنچا دینگے،

مقام بارہوان[۱۲]،

اناآتون اے ساقی خضر کن | پلا جام او آب حیوان نمن
کرتا اس کی مستی سون پامین حیات | اچھون خوش سدا مل عزیزن کے سات

یہ پیر مرد جن کا پتہ دیا گیا تھا وہ حضرت خضر تھے، گذشتہ مقام سے چار دن کے راستہ پر ایک نہایت سرسبز و شاداب سرزمین مین رہتے تھے، تمیم جب ان کے پاس پہنچے، اور سلام علیک ہوئی، مکان کا پتہ دریافت کیا، حضرت خضر نے سو سال کی راہ پر تبلایا، تمیم کو یہ سنکر سخت رنج ہوا، لیکن حضرت خضر نے سمجھا کر اپنے ساتھ رکھا اور کچھ دنون بعد ایک ابر جو مدینہ پر برسنے والا تھا حضرت خضر سے اجازت طلب کرنے آیا، اس کے ہمراہ خضر نے تمیم کو مدینہ روانہ کیا،

حضرت علیؓ نے اس قصہ کو سنکر فرمایا کہ یہ سب درست ہے، کیونکہ مجھے اسکی خبر خدا کی طرف سے ہو چکی ہے، پھر تمیم کو ان کی بی بی عطا ہوئی،

ان اشعار پر قصہ ختم ہوتا ہے،

اناساقیا عشق کا جام لیا | سو او جام نیکو سر انجام لیا
کرتا مل بیوین سب عزیزان کے سات | جو ہے نرم خوش دلکی یاران سنگات
بحمد اللہ از حسن توفیق رب | ہوا نظم دلخواہ یو ختم سب

یہ قصہ تاریخی حیثیت سے اعلیٰ کارنامہ نہین، تاہم اس کی دو خصوصیات کسی حال مین بھی نظر انداز نہین کیجا سکتین، ایک طرف تو یہ کہ تین سو سال پہلے دکن کی اردو کا یہ ایک نمونہ اور اردو منظوم قصون کی تاریخ کی ایک مفید کڑی ہے، ابتدائی حصہ مین ہم نے مذہبی روایات اور خصوصیات

کا اثر قصون پر ظاہر کیا ہے، یہ قصہ اس کا مزید ثبوت ہے،

دوسری طرف قصے اور ادبی نقطۂ نظر سے بھی اس کا مطالعہ کچھ کم دلچسپ نہین، اس مین قدیم قصون کی خصوصی خوبیان بڑی حد تک موجود ہین، قصہ نگار نے اپنے تخیل سے ہر جگہ ایک عالم تصور (IDEAL WORLD) پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، اور اس عالم کی تکمیل کے لیے نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ فوق فطری عناصر سے مدد لی ہے، کبھی وہ آن واحد مین پانچوین طبق زمین مین پہنچ جاتا ہے، کہین آسمان کے فرشتون کی کن سوئیان لینے لگتا ہے، کہین ناممکن الوقوع بلاؤن مین وہ گرفتار ہو جاتا ہے، اور پھر ایک نقطہ کی مدد سے اس جال سے خلاصی حاصل کر لیتا ہے، ایک جگہ وہ ایسی مکمل اور تصوری دنیا کا ایک رخ پیش کرتا ہے، جس پر فردوس کو بھی جائے رشک ہے، باغ جس کے میوے کا ایک دانہ ایک شخص کی بھوک اور پیاس کو ہمیشہ کے لیے بجھا سکتا ہے، پتیان ہلتی ہین تو موسیقی پیدا ہونے لگتی ہے وہی پھل جو دن مین آپ کی بھوک پیاس کو دور کرتے، رات کو اپنی قدرتی نور سے عرش کی قندیلون کی طرح منور ہو جاتے، غرض اس جہان کا عیش مکمل اس کے مصائب تصوری، اور ہر شے پختہ کار، یہی عناصر تھے جن سے تمام قدیم داستان نگارون نے استفادہ کیا،

اس فنی پہلو سے بھی قطع نظر کر لیجئے، قدیم و سیع دکنی ادب کے مطالعہ کے دوران مین مجھے سوائے وجہی اور چند اعلیٰ پایہ شاعرون کے کلام کے، تھوڑے ہی کارنامے ایسے نظر آسکے جو صنعتی کے اس قصے کے بعض ادبی پارون سے بہتر ہون،

شعریت کی صنعتی بڑی عزت کرتا ہے، اس کے لیے سخن، الہام تھا،

سخن گنج ہے عالم غیب کا | سخن موج زن ملک لاریب کا

یہ خوبی سخن ہی مین موجود ہے کہ اس کے لیے مشکل سے مشکل چیز کوئی حقیقی رکاوٹ نہین، حتی کہ وہ حصے بھی جو مصور کی پہنچ سے باہر ہین سخن کی قلمرو مین داخل ہین،

سخن کا عجب ہے گگن[1] بے حساب — جو یک پل مین لیاتا ہے کئی آفتاب

جو کچھ ہے شہادت مین اور غیب مین — سخن کی سماتا ہے آجیب مین

یہ ضروری نہین کہ ہر شخص جو لکھ پڑھ سکتا ہو یا معانی کو وزن، قافیہ اور ردیف کے اندر مقید کر سکتا ہو شاعر کے موقر لقب سے موسوم کیاجائے، شاعری جس قدر دلچسپ، ہردلعزیز اور آسان ہے اس سے زیادہ مشکل بھی ہے،

نہ ہر کوئی سخن کا سزاوار ہے — نہ ہر قطرہ لولوی شہوار ہے

آگے مسلسل تشبیہون کے ذریعہ اسکی وضاحت کی ہے،

اگر ہر ستارہ اچھے آفتاب — تو خورشید کون کیا رہتا آب وتاب

کہان ہوئے کودن سے شعر سلیم — کرے کاٹ کان[2] آرہ برگ نیم

نہ محنت بغیر یہ گہر ہات آئے — نہ چھیدے بغیر کان مین در سہائے

پریون اور دیوون کی لڑائی کا سمان بھی صنعتی کے غائر مشاہدہ کا ثبوت ہے،

سو کہنے کون دیوان اوپر مار مار — چلیا دل پریان کا ہزاران ہزار

پریان کی ترنگ جب ہواتے اٹھے — کہے تون گگن نے شہایان چھٹے

ہوا پر سون پریان کیا فوجیان چلیان — تون بولے کہ دریا کیان موجان چلیان

ہویان رو برو جب صفان بیشمار — ہتھیاران سنبھالے سو مارے ہنکار

غصے سون پری یکپو یک سر بسر — پری دیو پر، دیو پریان اوپر

جو سینے تے کینہ آپس سار[3] نے — لگے یک پو یک بے جگر مارنے

دسین لہو سون یون لال پیرانے بحال — کہ تنبول کھائے ہین جون جیب لال

ادہرتے اودہر اور اودہرتے ادہر — پریان جائین دیوان کی صف چیر کر

پریان یون چلیان دیو مین ہر[4] رخن — کہ تک ابر مین جلد بجلیان نمن

پری آپڑی دیو پر یون شتاب — کہ دیوان پو پڑتا ہے جون اشہاب

دسی سب پریان پیر[1] دیوان مین یون — ستارے رین کے اندھارے مین جون

سو کئی دیو ہر ایک پری بے درنگ — کرین قتل یک شمع جون کئی پتنگ

ہوا فتح پریان کون دیوان پو یون — رین پر اچھے صبح کون فتح جون (ورق ب ۱۲۵ م ۳۴)

صنعتی کے زمانے کا لحاظ کرتے ہوتا کہ اس نے جہاز کا کھینچا ہے، تصویر کی طرح خوبصورت ہے، چار سو سال پہلے عوام کو جہاز سے روشناس کرنا مشکل کام تھا لیکن صنعتی نے اس کام کو ایک شاعر کی فوق فطری قوت کیساتھ مختصر الفاظ مین تشبیہون کے ذریعہ اس خوبی سے انجام دیا ہے کہ ہم اسکی تعریف کئے بغیر نہین رہ سکتے،

سبک سیر تھا اس گران بار ساتھ — چلے جان کے، منہ مین کی منہ مین بات

ادک جلد تھا، گرچہ بے پاے تھا — سو بے پاے نت آب پیماے تھا

کہے دیک[2] کشتی کون تون سر بسر — کہ یک شہر چلتا ہے پانی اوپر

اگر ریگ[3] جانے کا ہم آپڑے — وہم سات کشتی وہ، کشتی لڑے

پھرین جہاز او، جون زن باردار — سو یک پیٹ مین اس (کے) طفل کئی ہزار

کرین پاؤن یون پیٹ مین لیکو چاؤن — کہ جون پیٹ مین سانپنی لیکو پاؤن

سو رجکی دسین تاب سون موج یون — رو بیری ٹگٹ صاف چندنی مین جون

رین مین زمین یون دسی تاب دار — دسین جل پو دیپک ہزاران ہزار

طوالت کے خوف سے ہم بہت سی مثالین اس نوع کی نظر انداز کر رہے ہین، تاہم ساقی نامون اور دوسرے اقتباسات سے صنعتی کے کلام کی خوبی، قوت بیان، اور ایک بڑی حد تک فطری مشاہدات کا کچھ نہ کچھ خاکہ ذہن نشین ہو سکتا ہے،

محدثینِ جون پور،

از "بندۂ خدا"

جناب مولانا و مقتدانا ادام اللہ تعالیٰ فیوضکم و برکاتکم،

بعد تقدیم ہدیہ سلام مسنون آنکہ رسالۂ معارف مین ایک نہایت اہم موضوع "ہندوستان مین علم حدیث" کے زیر عنوان آپ کے بصیرت افزا مقالات اور ان کے تکملہ و تتمہ کے طور پر بہاری، پھلواروی، چریاکوٹی اور مدراسی بزرگون کے بھی محققانہ مضامین شائع ہوے، ان سب کا سلسلہ اکتوبر سنہ ۲۸ء سے نومبر سنہ ۲۹ء تک چند درمیانی وقفون کے ساتھ جاری رہا، مین یہ امید کیے ہوے تھا کہ آپ کے جدید النوعیت مقالات نے کم از کم تین صوبون کے طبقہ اہل علم مین جو دلچسپی پیدا کردی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی بزرگ تو اس سلسلہ مین اور اضافہ فرمادینگے اور کوئی بزرگ موجود الوقت محدثین پر جامعانہ قلم فرسائی فرماوینگے جس مین ان کے حالات اور ان کے سلاسل اسناد حدیث کا اتصال مشہور عالم اساتذۂ احادیث (مثلاً شیخ عبد الحق، شاہ ولی اللہ، حضرت امام ربانی، حضرت ابن حجر مکی وغیرہم) تک پہنچادینگے، ساتھ ہی تمام سنین و تواریخ جو ان کے جزئی حالات کے متعلق معلوم ہوسکین ان کو بھی بالضرور درج فرمادین، اب تک تو یہ امید برنہ آئی، و لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا، ممکن ہے کہ ایک یا چند بزرگ کسی ایسے ہی شغل مین مصروف ہون،

اس طرف آواخر مارچ مین مین کانپور گیا تھا، وہان مین نے ایک مہربان شاہ سعید اللہ صاحب (شاہ بدر عالم مرحوم کے قریبی رشتہ دار) غازی پوری سنٹرل ناظر جی کانپور کی کتابون مین ایک مطبوعہ فارسی کتاب دیکھی، جسکا کوئی نام نہ تو سرنامہ پر ہے اور نہ دیباچہ مصنف مین، ان دونون سے معلوم

ہوتا ہے کہ اسے ابو البشارت سید نور الدین ظفرآبادی زیدی نے تالیف کیا اور اسے ضلع جونپور کے کلکٹر و مجسٹریٹ کے نام پر معنون کیا، عبارت خاتمۃ الطبع مورخہ ۲ مارچ سنہ ۱۹ء سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ "حصۂ دویم تجلی نور معروف بہ تذکرۂ مشاہیر جونپور" ہے، جو مطبع جادو پریس واقع شہر کانپور محلہ بازار الف خان مین باہتمام حافظ عبد الرحمن خان مالک مطبع مطبوع ہوئی، اس دوسرے حصہ مین ۲۰۹ صفحات پر قریباً سوا سو علماء کے حالات ہین، اور ۴۸ صفحات پر شعراء کے حالات ہین، اس حصہ مین متعدد جگہ ایسے علماء کے نام بحیثیت اسناد یا پیر یا مورث کے آئے ہین جن کے حالات پہلے حصہ مین بیان کئے گئے ہین، سرسری نگاہ ڈالنے پر بعض جگہ الفاظ حدیث و محدثین نظر پڑے، یہان لاکر اسکو بالاستیعاب مطالعہ کیا جس پر قریباً سو علمائے ظفرآباد، جونپور اور مچھلی شہر مین سے، ۴۲ محدث پائے گئے، ان مین سے پانچ کا ذکر آپ کے مقالات مین آچکا ہے، باقی ۳۷ علماء کے حالات مین سے صرف اتنا حصہ جس سے انکی خدمت فن حدیث یا حدیث دانی پر روشنی پڑتی ہے اپنی ژولیدہ عبارت مین قلمبند کرکے آپ کے ملاحظہ کے لیے بھیجتا ہون، بدین توقع کہ شاید بعض علماء کے حالات بحذف زوائد و اصلاح ضروری قابل اشاعت متصور ہون، جن علماء کے حالات مین کسی سنہ کا ذکر نہین ہے وہان مین نے ان کے زمانہ کو متعین کرنے مین ان کے اساتذہ یا تلامذہ یا معاصرین کے زمانہ کو پیش نظر رکھا ہے مگر نمبر ۱۰ کے متعلق ایسا قیاس ممکن ہی نہین،

اس کتاب تذکرہ کی کتابت مین غلطیان بہت ہین کہین کہین تو باوجود کوشش بلیغ تحقیق الفاظ نہین ہوسکی جیسا کہ نمبر ۱۹ کے حالات مین کتاب حدیث کا نام، تاہم تمام تواریخ الفاظ مین لکھی گئی ہین بلکہ قطعات تاریخ ایک یا کئی کئی دیئے گئے ہین، پس سنین کے متعلق سہو کتابت کا شبہ نہین ہوسکتا، باوجود اس کے مین نے دیکھا کہ نمبر ۵ کا مدینہ منورہ مین سنہ ۱۰۳۴ھ مین پیدا ہونا مذکور ہے اور یہ بھی مذکور ہے کہ انھون نے نمبر ۲ سے ایک ہزار چالیس حدیثون کی سند حاصل کی اور نمبر ۲ کے حالات مین ان کا سال وفات سنہ ۱۰۳۵ھ لکھا ہے ان اخر الذکر ہر دو سنین مین سے ایک یقیناً غلط ہے لیکن

واقعۂ اخذ احادیث بظاہر غلط نہیں ہو سکتا، اس لیے مین نے نمبرہ کی تاریخ پیدائش کو ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھا، علمی فریب دہی سے بچنے کے لیے آپ کو مطلع کرنا ضروری خیال کیا لیکن اگر کوئی حصہ کسی صورت مین شائع کرنا منظور ہو تو اس ہیچمیرز کا نام شائع نہ کیا جائے والسلام (خریدار معارف نمبر ۹۲۳)

۱- ملا سید مرتضیٰ کورنی شہید اصلاً کورنی تھے، ذاتی استعداد حد کمال کو پہنچی ہوئی تھی اسیلئے بعد سن شعور تھوڑی مدت مین علوم معقول و منقول پر عبور ہو گیا، عابد و زاہد اور صاحب مجاہدات تھے، علم تفسیر اور فن حدیث مین ان کی یکتائی اور بے نظیری کی شہرت اطراف عالم مین پھیل گئی، چنانچہ سلطان شہاب الدین غوری نے کمال آرزومندی سے بلا کر اپنی مصاحبت مین لے لیا، چونکہ مزاج مین شجاعت اور بہادری تھی جس کا مشاہدہ اکثر معرکون مین ہوا اسیلئے سپہ سالار بنا دیئے گئے جب سلطان موصوف سنہ ۵۹۰ھ مین فتح قنوج کے بعد بقصد استیصال بنارس روانہ ہوئے تو راہ مین بمقام ظفرآباد راجہ اودے پال سے مقابلہ ہوا جس مین ملا موصوف شہید ہو گئے، (صفحہ ۲۹ بحوالہ مناقب درویشیہ)

۲- ملا نظام الدین علامی ظفرآبادی نسباً سید، حنفی المذہب اور تمام علوم مین بلند پایہ تھے، خصوصاً فقہ، اصول اور حدیث مین پورا تبحر تھا، چنانچہ زبدۃ المحدثین کے لقب سے سرافراز ہوئے، درس و تدریس کا شغل تھا، قریب نصف عمر کے ایک غیر معمولی حالت پیش آئی جس سے فقر و فنا کی طرف دل متوجہ ہو گیا، پہلے حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء سے بیعت کی بعد ازان حضرت مخدوم سید اسد الدین آفتاب ہند ظفرآبادی سے تکمیل کی اور خلافت پائی، تصانیف عربی مین زاد العلماء، اور فارسی مین اوراد سالکان ہین، شعر بھی کہتے تھے، سال وفات سنہ ۷۳۵ھ ہے (صفحہ ۲۲ بحوالہ مناقب درویشیہ)

۳- ملا رکن الدین یک لکھی نسباً شیخ، حنفی المذہب اور حضرت مخدوم آفتاب ہند موصوف الصدر کے خلفاء مین تھے، اکثر صائم رہتے اور ہمیشہ لقمۂ احتیاط تناول فرماتے، اگرچہ تمام علوم مین رفیع الشان تھے مگر دینیات مین نگاہ بہت بسیط تھی ایک لاکھ حدیث یاد تھی، بزمانہ جہاد اپنے پیر کے ساتھ ظفرآباد آئے تھے، سال وفات سنہ [illegible]ھ (صفحہ [illegible] بحوالہ مناقب درویشیہ،

۴- سید نور الدین ابو محمد ظفرآبادی حضرت مخدوم آفتاب ہند موصوف الصدر کے پسر اوسط تھے، تمام علوم ملا قیام الدین ظفرآبادی سے حاصل کئے، استفادۂ حدیث ملا نظام الدین ظفرآبادی نمبر ۲ سے فرمایا اور قریباً ایک ہزار چالیس حدیثون کی سند حاصل کی، مسائل تصوف فصوص الحکم و عوارف وغیرہ کی تحقیق اپنے والد بزرگوار سے کی اور انھین کے مرید و خلیفہ ہوے، سال وفات سنہ ۸۲۶ھ ہے، (صفحہ ۹- بحوالہ مناقب درویشیہ)

۵- شہاب الدین احمد الملقب بہ قاضی نظام الدین کیکلانی الجون پوری، شیخ صدیقی اور اصلاً خطۂ کیکلان (ملک عرب) کے تھے، ان کے اجداد ہندوستان آکر گجرات مین مقیم ہوے، وہین قاضی موصوف نے نشو و نما پایا اور تحصیل علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت حاصل کی، علوم فقہ و اصول و تفسیر و حدیث مین بہت ممتاز تھے، تعداد تصنیفات بہت ہے، انھین مین ابراہیم شاہیہ فی فتاوی الحنفیہ ہے جسکو بحکم سلطان ابراہیم شرقی جمع کیا تھا، اور جو فتاویٰ قاضی خان سے بڑا ہے، سال وفات سنہ ۸۴۹ھ ہے (صفحہ ۴۰- بحوالہ گنج ارشدی و کشف الظنون)

۶- مولانا شیخ چندن محدث جونپوری شیخ صدیقی، عالم مرتاض اور محدث تھے، علوم عقلیہ و نقلیہ ملا محمد افضل استاد الملک نمبر ۸ سے اخذ کئے، اور دوسرے مشہور عالمون سے بھی فیض پایا، حرمین شریفین مین محدثان عالی مرتبہ سے احادیث کی تصحیح کی، سنہ ۹۶۳ھ مین مکہ معظمہ مین وفات پائی (صفحہ ۲۰ بحوالہ گنج ارشدی)

۷- خواجہ ارزانی محدث جونپوری حضرت مخدوم شیخ ارزانی کے لڑکے اور مرید تھے، صاحب زہد و تقوی اور تمام علوم و فنون مین ماہر تھے، اپنے زمانہ کے مشہور علمائے محدثین مین سے تھے، احادیث مشارق کو جو ترتیب حروف تہجی مین حسب ترتیب مصابیح الانوار تالیف کر کے اس کا نام مدارج الاخبار رکھا، عہد شیر شاہ مین درجۂ وزارت تک پہنچے، سال وفات سنہ ۹۵۰ھ ہے (صفحہ ۵۵ بحوالہ گنج رشیدی)

۸- قاضی سید احمد نور ابن سید جلیل ظفرآبادی نسب چار واسطے سے سید قطب الدین ابو النغیب ظفرآبادی تک پہنچا ہے، مسائل فقہیہ بہت مستحضر تھے، زبدۃ المحدثین تھے، ساری زندگی درس و تدریس اور اذکار علمیہ مین گذاری، جونپور کے قاضی تھے، سال وفات سنہ ۹۹۵ھ (صفحہ ۱۳ بحوالہ مناقب درویشیہ)

۹- شاہ طیب ظفرآبادی — نسل سادات سیوانہ سے تھے، علوم کی تکمیل مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ تا ۱۰۵۲ھ) سے کی اور حضرت شیخ تاج الدین جھونسوی سے بیعت کی اور خلافت پائی، ان کا زمانہ قیاساً گیارہوین صدی کا پہلا نصف حصہ ہے، (صفحہ ۳، غالباً ماخوذ از مناقب درویشیہ)

۱۰- ملا شیخ عبدالجلیل انصاری جونپوری — نسلاً شیخ تھے، سلسلہ نسب خواجہ عبداللہ انصاری اور نیز مخدوم شاہ رکن الدین جونپوری تک پہنچتا ہے، عالم باعمل، صاحب صلاح و تقوی تھے اور علم حدیث مین تبحر تھا، شاہجہان بادشاہ نے ایک طالب احادیث کی حیثیت مین (۱۰۳۶ھ و ۱۰۶۹ھ) ان سے ایک ہزار چالیس حدیثون کی سند لی تھی، مکہ معظمہ کو جاتے ہوئے غزنین مین چورون کے شبخون مین شہید ہوگیے، ان کا زمانہ قیاساً گیارہوین صدی کا وسط ہے (صفحہ ۵۲- بحوالہ گنج رشیدی)

۱۱- ملا محمد افضل استاد الملک جونپوری — بسبب وفور علم لقب استاد الملک سے ملقب ہوے، ایسا کوئی عالم نہ تھا جس نے بلا واسطہ یا بالواسطہ زانوے ارادت تہ نہ کیا ہو اور سبق نہ لیا ہو، صدہا ان کے درس کے فیض سے فاضل متبحر ہوگئے، دیوان عبدالرشید صاحب مناظرۂ رشیدیہ اور ملا محمود صاحب شمس بازغہ ان کے شاگردون مین ہین، حضرت عثمان ہارونیؒ کی نسل مین تھے، ان کے والد شیخ حمزہ مفتی اپنے وطن ومادند مضافات مازندران سے ہندوستان آکر دولی مین جاگزین ہوے اور وہین مفتی مقرر ہوگئے، انھین سے ملا ممدوح نے علوم رسمیہ عقلیہ و نقلیہ حاصل کیے، پھر دہلی مین حلقہ درس ملا شیخ حسین (شاگرد ملا طاہر لاہوری و حکیم اسمعیل) مین تکمیل کی اور مشکلات کا استنباط اور علوم عقلیہ کی تحقیقات اور صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث کا درس قراءۃً و سماعاً ملا ابو حنیفہ (تلمیذ مخدوم الملک و حکیم گیلانی) سے کیا، اس سب کے بعد اپنے چھوٹے بھائی سلطان محمود کیساتھ جونپور تشریف لائے، حضرت شیخ عبدالقدوس قلندری جونپوری سے بیعت کی، کرامات اور خوارق کو بہت چھپاتے تھے، سال وفات ۱۰۶۲ھ ہے، (صفحہ ۴۳، بحوالہ گنج رشیدی، گنج ارشدی، بحر زخار، تذکرہ آفتاب عالمتاب، سبحۃ المرجان و وفیات الاعلام)

۱۲- قاضی خوب اللہ جونپوری — ملا محمد حفیظ جونپوری کے پوتے تھے، بہت سے استادون سے اکتساب کیا، اور افضل المحدثین تھے، کہا جاتا ہے کہ ان کو اٹھارہ سو حدیثین بقید رواۃ یاد تھین، الہ آباد کے قاضی القضاۃ تھے، سال وفات سنہ [illegible]ھ ہے (صفحہ ۷، بحوالہ نسب نامہ سادات مفتی محلہ جونپور)

۱۳- ملا ضیاء الدین محدث جونپوری — استاد الملک موصوف الصدر کے شاگرد تھے، تمام علوم مین تبحر تھا، فقہ و حدیث و لغت مین شان بلند تھے، حدیث ایک ہزار سے زاید یاد تھی، اور دقیق مسائل فقہ مستحضر تھے، قاموس اول سے آخر تک نوک زبان تھی، عالمگیر (۱۰۶۸ھ تا ۱۱۱۸ھ) نے بنگال مین و برکت شاہزادہ بہادر شاہ کا استاد مقرر کردیا تھا، عین جوانی مین وفات پائی، زمانہ قیاساً گیارہوین صدی کا آخری حصہ اور بارہوین صدی کا اوائل ہے، (صفحہ ۵۲ بحوالہ گنج رشیدی)

۱۴- مولانا الاجل جلال الدین محمد مچھلی شہری — بادشاہ اقلیم علوم اور اپنے زمانہ مین فقہ و حدیث مین نظیر نہ رکھتے تھے، فتاوی عالمگیری (۱۰۶۸-۱۱۱۸) کے حصہ اول کے مؤلف ہین، ان کا زمانہ بھی گیارہوین صدی کا آخری حصہ اور بارہوین صدی کا اوائل معلوم ہوتا ہے، (ص ۲۱، غالباً ماخوذ از ریاض جونپور)

۱۵- شاہ نثار علی الہ آبادی ثم ظفرآبادی — وطن تکیہ میان پور ضلع الہ آباد ہے، فارسی اپنے والد سید محمد صادق مدنی سے پڑھی، پھر الہ آباد جاکر مولانا شاہ محمد برکت کے حلقہ درس مین بیٹھے، اور مختصرات سے فراغت حاصل کی، پھر دلی جاکر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے ۴ سال تک تحصیل کی، پھر وطن جاکر [illegible] درس و تدریس و مذاکرہ و مباحثہ علمی مین بسر کرنے کے بعد اپنے بڑے بھائی شاہ قربان علی سے بیعت کی اور خلافت پائی، قبر وطن مین مگر اولاد ظفرآباد مین ہے، سال وفات سنہ ۱۲۱۵ھ (صفحہ ۱۴- غالباً ماخوذ از مناقب درویشیہ)

۱۶- مولوی غلام فرید محمد آبادی ثم جون پوری — وطن قصبہ محمد آباد گوہنہ ضلع اعظم گڈھ، اکتساب علوم جونپور کے علما و فضلا سے کیا، مسائل فقہ بہت مستحضر تھے، اور علم حدیث مین بہرہ وافر حاصل تھا، مدت تک جونپور مین درس و تدریس جاری رکھا، اس کے بعد ملا نظام الدین سے جو شاہ عبدالرزاق بانسوی کی اولاد مین تھے[1]

[1] معارف: یہ صحیح نہین وہ حضرت سید عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید باخلاص اور فرزند معنوی تھے

سلسلۂ قادریہ میں بیعت کرکے علم تصوف علی وجہ الکمال حاصل کیا اور خلافت پائی ساری عمر تجرد میں بسر کی
سیف زبان مشہور تھے، زمانہ قیام بارہویں صدی کا اواخر اور المتوفی ۱۱۳۶ھ تیرہویں صدی کا اوائل (منقو
(بحوالہ بحر ذخار، وفیات الاعلام وشجرہ قادریہ)

۹۵

۱۷۔ قاضی محمد یوسف جونپوری	تمام علوم میں بلند پایہ تھے اور اپنے زمانہ میں صاحبِ فتویٰ تھے، علوم نقلیہ کے غوامض

کو بلا تامل حل فرمالیتے تھے، علم حدیث میں بہرۂ وافر حاصل تھا، ان کی شہرت رفتہ رفتہ بادشاہ تک پہنچی اور
عہدۂ قضا مل گیا، محلہ طوطی پور اخلین کے ایک متوسل کا بسایا ہوا ہے، (صفحہ ۱۰۲، غالباً ماخوذ از ریاض تجو

۱۸۔ مولٰنا مولوی محمد شکور مچھلی شہری	اپنے والد ادر مولانا علی محمد مچھلی شہری سے تمام علوم میں کافی استعداد پیدا کرکے دہلی گئے اور مولانا رشید الدین احمد خان و مولانا شاہ رفیع الدین و مولانا شاہ عبد العزیز

و مولوی عبد الحیٰ سے تین سال کی مدت میں تکمیل کرکے دستارِ فضیلت حاصل کی، اور ادیب کے خطاب سے ممتاز
ہوئے، بعد ازان مولانا سید محمد حسین حنفی مفتی مکہ معظمہ و شاگرد طحطاوی سے تحقیق علم فقہ و حدیث کرکے
سند حاصل کی اور مولانا فضل امام خیرآبادی سے بھی فیض حاصل کیا، مقامات حریری از اول تا آخر نوک
زبان تھی، فقہ و اصول حدیث میں تمامتر عبور تھا، اور منطق و ریاضیات میں بھی حد کمال کو پہنچے ہوئے تھے، شغل
درس و تدریس کا رہا، شاہ محمد آفاق دہلوی سے بیعت کی، تین بار حج و زیارت سے مشرف ہوئے، سرکار برطانیہ کی ملازمت
میں بعہدہ ہائے صدر امین و مفتی دائر و سائر و صدر الصدور ۲۵ برس گذارے، سال تولد ۱۲۱۱ھ اور سال وفات ۱۲۔۔ھ
ہے، (صفحہ ۱۲۵، بشرح صدر)

۱۹۔ مولوی محمد سلیم مچھلی شہری	ابتدائی تعلیم مولوی علی کبیر مچھلی شہری سے اور تکمیل مولانا محمد شکور موصوف الصدر سے کی اور ملا رحمت اللہ کابلی سے بھی فیض حاصل کیا، عربی و فارسی میں صاحب دیوان ہیں، علوم ادب، عروض و قوافی،

ہیئت، جبر و مقابلہ اور تاریخ میں صاحب تصانیف ہونے کے علاوہ فن حدیث میں بھی ایک تصنیف ہے جس کا نام
التسلیم ہے، ملازمت سرکاری میں منصفی سے صدر الصدور تک پہنچے، سال پیدائش ۱۲۲۲ھ اور سال وفات ۱۲۶۶ھ

سلہ لفظ کی صورت بنادگی ہو کتاب میں اسی طرح لکھا ہے۔

۲۰۔ مولوی محمد شبلی جونپوری	نصاب درس نظامیہ کی تکمیل مولانا مفتی محمد یوسف فرنگی محلی سے کی اور کتب حدیث مولوی

نذیر حسین محدث دہلوی سے پڑھیں، قرآن مجید بھی حفظ تھا، رسالہ وسیلۃ النحو کے مصنف ہیں، سال پیدائش ۱۲۴۳ھ
سال حج و زیارت ۱۲۸۶ھ، زمانہ طباعت تذکرہ (مارچ ۱۸۹۹ء مطابق ذیقعدہ ۱۳۱۶ھ) تک بقید حیات (صفحہ ۱۱۱)

۲۱۔ مولوی حافظ حاجی ابو الخیر مولدًا جون پوری وطنًا	کتب رسمیہ و کتب احادیث اپنے بڑے بھائی مولوی محمد شبلی موصوف الصدر سے اور نیز مولوی عبد اللہ گوپاموی شاگرد مفتی محمد یوسف فرنگی محلی سے اور مولوی سعادت

حسین عظیم آبادی و مولانا عبد الحیٰ لکھنوی فرنگی محلی سے تحصیل کیں، قرآن مجید حفظ ہے، سارا وقت درس و تدریس و وعظ
و نصائح میں بسر ہوتا ہے، زمانہ طباعت تذکرہ (مارچ ۱۸۹۹ء مطابق ذیقعدہ ۱۳۱۶ھ) تک بقید حیات (صفحہ ۱۱۱)

۲۲۔ مولوی عبد الاول جونپوری	مولانا مولوی کرامت علی واعظ جونپوری کے چھوٹے بیٹے، علوم متعارفہ اولاً مولوی

ہدایت اللہ رامپوری سے حاصل کیے، پھر متوسطات و معتبرات اور صحاح ستہ کی تکمیل مختلف مقامات کے متعدد علماء سے
کی، اپنے والد اور بڑے بھائی مولوی حافظ احمد کے طریقہ پر بنگال میں وعظ و ہدایت میں مصروف، زمانہ طباعت
تذکرہ (مارچ ۱۸۹۹ء، ذیقعدہ ۱۳۱۶ھ) تک بقید حیات (صفحہ ۱۳۰)

۲۳۔ مولوی محمد محسن جونپوری	ابن مولوی رجب علی، درسیات مفتی اسد اللہ محمد جونپوری سے پڑھیں، علوم قراءت اور

نستعلیق کی مشق اپنے چچا مولوی کرامت علی واعظ موصوف الصدر سے کی اور افضل الفقہاء والمحدثین مولانا
شیخ عبد الرحمٰن المغربی سے قراءت سبعہ کی مشق کی اور کتب حدیث کا استفادہ کیا، سید عبد الجلیل بریلوی سے طریقہ
نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے، ہدایت و شیوع دین اسلام میں مصروف، زمانہ طباعت تذکرہ (مارچ ۱۹۰۰ء
ذیقعدہ ۱۳۱۶ھ) تک بقید حیات (صفحہ ۱۱۲)

سلہ معارف:۔ شمس العلماء مولانا سعادت حسین صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ عالیہ کلکتہ ساکن قریہ کھنڈ ضلع پٹنہ،
۔۔۔ برس ہوئے کہ وفات پائی۔

مسلمان جغرافیہ دان

از

پروفیسر ہارون خان شروانی، استاذ فلسفہ تاریخ جامعہ عثمانیہ

مسلمان جغرافیہ دانون اور جغرافیہ نویسون کے حالات، تحقیقات اور اُن کی تصنیفات کا مجھکو بیس سال سے شوق ہے، اور جب مجھے موقع ملتا ہے، عربی مین اس موضوع پر ایک کتاب لکھنے کا شوق پورا کرتا ہون، اب تک دو تین سو صفحون سے زیادہ ہو چکے ہین اور ہنوز ناتمام ہے، اس کتاب مین تاریخی ترتیب کے ساتھ ہر جغرافیہ دان کا مختصر حال، اسکی سیاحت اور اسکی تصنیفات پر مفصل تبصرہ ہے، خدا جانے یہ میرا ضمنی کام کب ختم ہو،

چند سال ہوے کہ حیدرآباد دکن کے سفر مین محبی پروفیسر ہارون خان شیروانی سے ملاقات ہوئی، اور اسکا تذکرہ آیا تو فرمایا کہ فرنچ مصنف کارادوو CARRA DE VAUX نے مفکرین اسلام پر ایک کتاب لکھی ہے جس مین ہر فن کے مسلمان مشاہیر اور ممتاز اکابر کا ذکر ہے اور ان کی تصنیفات و تحقیقات پر تبصرہ ہے، مین نے اپنے جذبۂ شوق سے مجبور ہوکر ان سے فرمائش کی کہ جغرافیہ کے باب کا وہ ترجمہ کردین، موصوف نے اپنی عنایت سے یہ چند ابتدائی صفحے ترجمہ کر کے بھیجے ہین،

کارادوو نے اس مضمون کو تین بابون پر تقسیم کیا ہے، اور ہر باب متعدد فصلون پر منقسم ہے، اور ۱۰۰ صفحون مین یہ پوری بحث اس کتاب مین آئی ہے، ذیل مین اس کے ابواب کے نام پروفیسر ممدوح کی تحریر کے مطابق لکھے جاتے ہین،

باب اوّل ۱ تا ۴۰ صفحے :- جغرافیہ دان:-

۱- عرب جغرافیہ دان یعقوبی وغیرہ،

۲- مشہور و معروف جغرافیہ دان ادریسی ابوالفدا،

۳- یاقوت، مصنف معجم البلدان،

۴- علم جغرافیہ اور مسلمان، خطوط نصف النہار کی پیمایش،

۵- قزوینی، دمشقی، زلزلے اور پہاڑون کا بننا،

باب دوم:- جغرافیہ دان، ملاح اور علم بحری ص ۴۱ - ۷۹،

۱- سیر و سیاحت کے قدیم تذکرے،

۲- ملاحون اور سوداگرون کے باہمی تعلقات، سندباد، ابوزید، کتاب عجائب الہند،

۳- پندرہوین صدی مین بحری معلومات کے ذخیرے، شیخ ماجد ابن ماجد، واسکوڈی گاما کا ارکاٹی سلیمان المہری،

باب سیوم:- بڑے بڑے سیاح:-

البیرونی،

۲- ابن جبیر

۳- ابن بطوطہ

کتاب کے پہلے باب کی پہلی فصل کا ترجمہ یہ ہے،

(اڈیٹر)

مسعودی | اہل عرب کو مدت دراز سے بطلیموس کے جغرافیہ سے واقفیت چلی آتی تھی، اور ان کے علم مین بہت سی ایسی کتابین تھین جنمین رنگین نقشے پائے جاتے تھے، مسعودی اس جغرافیہ دان کو بطالسۂ مصر کے زمرہ دان مین شمار کرتا ہے[1]، اور کہتا ہے کہ "اپنے جغرافیہ مین اس فلسفی (یعنی بطلیموس) نے زمین، شہر، پہاڑ، سمندر، جزائر، دریا، غرض جملہ ہیولات جغرافی کا ذکر کیا ہے، نیز اس کتاب مین آباد قصبون، اور مزروعہ اراضی

[1] مروج الذہب، ۱-۱۸۳،

کا بیان بھی ہے، بطلیموس کا قول ہو کہ میرے زمانے مین آباد قصبون کی تعداد ۴۵۳۰ ہے جن کی تقسیم آب وہوا کے اعتبار سے کیگئی ہے، اسی کتاب مین وہ دنیا کے پہاڑون کی تین شکلین بیان کرتا ہے، یعنی سرخ، زرد، اور سبز اور کہتا ہے کہ ان کی مجموعی تعداد غالبًا دو سو ہوگی، ساتھ ہی وہ ان کی بلندی بھی بتاتا ہے اور ان بیش قیمت جواہر کا بیان کرتا ہے جو اس مین پائے جاتے ہین" اس کے بعد سمندر کا ذکر کرتے ہوے مسعودی کا بیان ہو کہ "کتاب جغرافیہ مین مختلف سمندرون اور دریاؤن کو ان کی حالت و وسعت کے اعتبار سے مختلف رنگون مین رنگا گیا ہو اور اُنھین سے بعض کی کیفیت طیلسان کی سی ہے، بعض کی صابورہ (یعنی زین) کے مانند، بعض کی امعاء کی طرح اور بعض کی مثلث نما لیکن چونکہ نقشہ مین جتنے اعلام دیے ہوئے ہین وہ سب یونانی زبان مین ہین اسلیے ہمارا فہم ان کے سمجھنے سے قاصر ہے"

مسعودی کے بیان سے یہ امر صاف واضح ہو جاتا ہے کہ قدیم نقشہ نویسون نے مختلف سمندرون اور دریاؤن کی شکل استوا اور ہندسی اصول پر بنائی تھی، مثلاً بحیرۂ روم کو مستطیل، ڈیلٹا کو مثلث دکھایا جاتا تھا اور دریاے نیل کے لیے ایک بھدی سی لکیر کھینچدی جاتی تھی جس کے دہانے کے قریب سے بہت سے خطوط نکلتے تھے، سمندر تو اسے وہ پرکار کے ذریعہ سے بالکل ہی مدور بنا دیتے تھے، گویا کہ وہ تمام کرۂ زمین پر محیط کئے ہوئے ہے، اسی مورخ کی نظر سے مارنیوس ساکن صور کا رسالہ بھی گزر چکا تھا، جو اب بالکل ناپید ہو گیا ہے، اور ساتھ ہی اس نے خلیفہ مامون عباسی کے عہد کے بہت سے عرب جغرافیہ دانون کی تصانیف بھی دیکھی تھین، وہ کہتا ہے کہ میری نظر سے جتنے ایسے رسالے گذرے ہین، جنمین آب وہوا کے منطقون کو رنگ دیکر دکھایا ہو، ان مین سب سے زیادہ خوبصورت مارنیوس کا جغرافیہ اور وہ نقشہ ہے جو خلیفہ مامون کے لیے تیار کیا گیا تھا اور جس کی تیاری مین بہت سے معاصر علماء و فضلاء مدد و معاون ہوئے تھے، اس نقشے مین دنیا کے کرے اور سیارے برا عظم اور سمندر آباد و غیر آباد خطے، اقوام عالم کے ممالک، بلاد و قصبات واضح کئے گئے تھے، یہ نقشہ اپنے حسن ظاہری و باطنی مین تمام دوسرے نقشون پر سبقت لے گیا ہے، جنمین بطلیموس و مارنیوس کی تصانیف بھی شامل ہین"۔

ثابت ابن قرہ | بطلیموس کے "جغرافیہ" کا پہلا عربی ترجمہ ثابت ابن قرہ نے کیا جو ۲۱۱ھ مین پیدا ہوا اور ۲۸۸ھ مین راہی عدم ہوا[1]،

یعقوبی | اولین مسلمان جغرافیہ دان، جنکی تصانیف ہم تک پہنچی ہین، یعقوبی اور ابن خورداذبہ ہین، انہین سے یعقوبی کو اسلامی جغرافیہ دانون کا ابو الآبا سمجھنا چاہیئے، اس لیے کہ اسکی تصانیف کو اس کے جانشینون جغرافیہ ادریسی اور ابو الفداء نے اپنی کتابون کی بنیاد اور اساس بنایا ہے، یعقوبی ۲۷۸ھ مین تصنیف و تالیف مین مشغول تھا، اور ۲۹۲ھ مین بھی بقید حیات تھا،

یعقوبی ایسے اشخاص مین شمار کیا جا سکتا ہے جنکا فطری میلان جغرافیہ کی طرف ہو، اس نے اپنی تالیف "کتاب البلدان" مین حسب ذیل الفاظ مین اس علم پر سب سے پہلے قلم اٹھانے کا قصہ بیان کیا ہو[2]:-

"عہد جوانی کی ابتدا ہی سے، یعنی اس زمانے مین جب انسان کی دماغی کیفیات اپنے شباب پر ہوتی ہین، اُسی وقت سے مجھے مختلف ممالک کی تاریخ اور ان کے جغرافی حالات معلوم کرنے کا شوق تھا، اور اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ محض ایام طفولیت ہی مین سفر کرنے کے مواقع پیش آتے رہتے تھے، جب کبھی ایسے شخص سے ملتا جو کسی دور دراز ملک سے آیا ہو تو مین فوراً دریافت کرتا کہ تمھارا وطن کہان ہے، اور جب یہ معلوم ہو جاتا تو مین وہان کے لوگون کے حالات دریافت کرتا، کہ وہ عرب مین یا بربر، ان کا تمدن کس نوع کا ہو، وہ اپنے پینے کے پانی کا کیا انتظام کرتے ہین، کس قسم کا لباس پہنتے ہین، ان کا مذہب کیا ہو، ان پر کون حاکم ہے اس کے بعد مین اس شخص سے اُس ملک کی وسعت پر سوالات کرتا اور پوچھتا کہ اس کے قریب دوسرے کون کون سے ملک واقع ہین، اگر میری دانست مین میرا مخاطب معتبر ہوتا تو مین اس کے جوابات سب کے سب لکھ لیتا، غرض مین موسم حج اور دیگر ایام مین بہت لوگون سے جرح کرتا رہا جنمین اہل مشرق اور اہل مغرب دونون موجود تھے، اور اُن سے جو معلومات حاصل ہوئین اور جو روایات پہنچین انھین

---

[1] زوٹر: "عرب ریاضی دان و ہیئت دان" Suter: die Mathematiker und Astronomen der Araber.
[2] ڈی گوے "حالات مغرب از کتاب البلدان مؤلفہ یعقوبی" De Goeje: Descriptio al Magribi sumta ex libro regionum al Jaqubii، لیڈن ۱۸۶۰

مین برابر لکھتا گیا، مین نے اُن امرا و خلفا کے حالات بھی لکھے جنھون نے فوجی نوآبادیات قائم کی تھین اور جو خراج
و محصول انھون نے عائد کئے ان کی بابت بھی یادداشتین مرتب کین، اس طرح مین نے ایک مدت مدید مین یہ
کتاب تالیف کی اور اسمین ہر ملک کے حالات علٰحدہ علٰحدہ لکھے، بالکل اسی طرح جیسے کوئی مقنن یا ادیب قانون،
صرف و نحو، لغت، اور ادبیات کے مجموعے لکھے، مین نے بھی مختلف ملکون کی تاریخ کو یکجا جمع کیا ہے،"

یعقوبی چاہتا تھا کہ قصبات و ممالک و نیز باشندگان و فرمانروایان دیار مختلفہ کے نامون کے ساتھ ساتھ
مختلف شہرون کے درمیانی فاصلے، ان سپہ سالارون کا بیان جنھون نے یہ ملک زیر کئے، ان کی فتوحات کی
تاریخ محاصل کی مقدار، ملکون کی طبعی حالت جس سے وہان کے پہاڑون اور میدانون کی کیفیت معلوم ہو، آب ہوا،
خشکی و تری، پانی کے بہاؤ کی سمت تمام وہ مقامات جہان سے انسانون کے خرچ کے لیے پانی آتا ہے، یہ سب
باتین مندرج کرون" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے مؤلف کے دماغ مین جغرافیہ کا مفہوم نہایت وسیع ہے،
اور اس نے اس خیال کی گویا پیش بندی کی ہے جسے ہمارے معاصرون نے "جغرافیۂ انسانی" کا لقب دیا ہے،

یعقوبی کے طرزِ بیان کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم برقہ اور ہمسایہ ممالک کے
متعلق اس کے بیان کا اقتباس ہدیۂ ناظرین کرین[1]، "قدیم الایام مین برقہ کو پنتاپولس کہتے تھے، اور اسے حضرت
عمرو بن العاص رضی نے سلطنتِ اسلام مین شامل کیا تھا، یہ شہر ایک نہایت وسیع میدان مین واقع ہے جس کی
مٹی کا رنگ سرخ ہے، خلیفہ المتوکل نے اس کے چارون طرف ایک فصیل اور خندق تعمیر کی اور فصیل مین آہنی
پھاٹک لگوائے، خلفاے اسلام اور والیانِ افریقیہ نے یہان بڑے بڑے حوض تعمیر کیے جنمین بارش اور
چشمون کا پانی جمع ہوتا ہے اور اسی کو لوگ پیتے اور استعمال کرتے ہین، شہر اور اس کے اطراف مین پرانے لشکریون
کی اولاد اور دوسرے باشندے دوش بدوش آباد ہین، اس شہر کے دو بندرگاہ ہین، یعنی اجیہ اور طولمیطہ، ان
مین سے اجیہ شہر سے چھ میل پر واقع ہے، اس کا بڑا بت خانہ سرا ہے اور چوک قابلِ ذکر ہین اور یہ باغات سے گھرا ہو

[1] حسب بالا صفحہ ۳۴۲،

اور کھیتون سے گویا گھرا ہوا ہے، دوسری بندرگاہ یعنی طولمیطہ تک سال کے صرف چند ہی مہینے جہاز پہنچ سکتے ہین،
اس صوبہ کے محاصل کی بنیاد ان قواعد پر ہے جو خلیفہ ہارون الرشید نے جاری کئے تھے، اس خلیفہ نے اپنے آزاد
کردہ غلام بشار کو اس کام پر مامور کیا تھا کہ وہ (علاوہ ان ۱۵ ہزار دینار کے جو عشر زکوٰۃ اور جزیہ سے وصول ہوتے
تھے،) صوبہ والون پر مجموعی طور سے ۲۴ ہزار دینار کا محصول عائد کرکے اُسے مناسب طور سے پھیلا دیے، لیکن
یہ رقم ہمیشہ بڑھتی گھٹتی رہی "

ابن خردادبہ | یعقوبی جو کچھ لکھتا ہے، سنجیدگی سے سوچ سمجھ کر لکھتا ہے، اور ابن خردادبہ، بعض دیگر مشرقی
جغرافیہ دانون کی طرح اسے خیالی حکایات اور افسانون سے بالکل مس نہین، ہمین یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ
فاصلون کے تعین مین اس مین ابن خردادبہ سے زیادہ قطعیت پائی جاتی ہے اس لیے کہ یعقوبی تو مختلف
مقامات کے فاصلون کو منازل مین دیتا ہے لیکن ابن خردادبہ ان کا تعین میلون مین کرتا ہے،

ابن خردادبہ ایک پارسی نومسلم کی اولاد سے تھا، وہ پہلے صوبہ جبال کی ڈاک اور کوتوالی کا افسر اعلیٰ
مقرر ہوا لیکن رفتہ رفتہ وہ خلیفہ المعتمد کا منظورِ نظر ہوگیا، اسکی تصنیف و تالیف کا زمانہ سنہ ۲۳۰ھ سے سنہ ۲۳۴ھ
تک کا ہی، منجملہ دوسری تصانیف کے اسکی تصنیف "کتاب المسالک والممالک"[1] ہے جس مین مؤلف نے
مختلف مقامات (بالخصوص اضلاعِ دجلہ و فرات کے شہرون اور قصبون) کے درمیانی فاصلے محاصل کی مقدار
اور دیگر امور درج کئے ہین، ہم آیندہ کسی وقت موسیقی کے ضمن مین اس مؤلف کا ذکر کرینگے،

قدامہ | قدامہ ایک نومسلم عیسائی تھا، اس نے "کتاب الخراج" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس مین
اہلکارون اور صیغہ دارون کے لیے ہدایات ہین اور ڈاک کے راستے بھی بتلائے گئے ہین، یہ مؤلف
سنہ ۲۶۶ھ مطابق سنہ ۸۸۰ء مین مشغولِ تالیف تھا، اور اس کا سنہ ۳۱۰ھ مطابق سنہ ۹۲۲ء مین انتقال ہوگیا[2]،

[1] اسکی ادارت ڈی گویے نے "سلسلۂ جغرافیہ دانانِ عربستان" Bibliotheca Geographorum Arabicorum
سنہ ۱۸۸۹ء مین کی ہی، مقابلہ کرو رینو Reinaud "تمہید جغرافیہ ابی الفداء" ص ۱۱۷،
[2] رینو، تمہید حسب بالا ص ۱۰۰، "سلسلۂ جغرافیہ دانانِ عرب" Bibliotheca Geogr. Arab. جلد ۶ مین
قدامہ کی کتاب الخراج کے اقتباسات درج ہین،

الجیھانی الجیھانی ۲۷۹ھ سے ۳۰۵ھ تک شاہان سامانیہ کا وزیر رہا، اُس نے مختلف ممالک کی بابت بہت سی معلومات یکجا کیں جنمین سے وادیٔ سندھ کے حالات زیادہ تر اسلئے دلچسپ ہین کہ شاید مصنف کو اس خطہ کی فتح کا خیال ہوگا، اُس کی تالیفات کو ابن الفقیہ نے از سر نو دریافت کیا اور اپنی کتاب مین جگہ جگہ اس کے اقتباسات مندرج کئے،

اصطخری اصطخری تقریباً ۳۴۰ھ مین تصنیف و تالیف مین مشغول تھا، اُسکی کتاب الاقالیم" مین ہر ملک کے لیے ایک ایک باب مختص ہے اور ہر باب کے ساتھ ساتھ ایک ایک نقشہ بھی دیا ہوا ہے، اس کتاب کی ادارت ج. ھ میولر نے ۱۸۳۹ء مین ڈیوک سیکس کوبرگ گوٹا کے کتب خانے کے ایک نسخے کی مدد سے کی ہے، اور اس کے ہمراہ اُس کا نقشہ طرز سنگ نگاری کے ذریعہ سے ہو بہو اصل کے مطابق طبع کیا گیا ہے،

ابن حوقل ابن حوقل کے پیش نظر ابن خورداذبہ، قدامہ اور جیھانی کی تصانیف تھین، دنیاے اسلام کے سفر کے دوران مین جب وہ دریاے سندھ کی وادی مین تھا، اُسکی ملاقات اصطخری سے ہوئی، جس نے اُسے اپنی کتاب کا ایک نسخہ تصیحح کے لیے دیا، خود ابن حوقل کی کتاب المسالک و الممالک" کی بنیاد اصطخری کی کتاب پر ہے، اور اسمین بھی مختلف رنگ کے نقشے دیے ہوئے ہین[1]، ان دو جغرافیہ دانون، یعنی اصطخری اور ابن حوقل نے اپنے ہمعصرون مین بڑا نام پیدا کیا،

مہلبی دسوین صدی عیسوی کے اواخر مین مہلبی نے فاطمی خلیفہ مصر العزیز باللہ کے لیے جغرافیہ کی ایک کتاب لکھی،

البکری اس ضمن مین البکری کا ذکر کرنا باقی ہے جو بنی عباد کے زمانے مین اشبیلیہ مین پیدا ہوا اور بالآخر المیریہ کا وزیر ہو کر رہا، اُس نے بھی ایک کتاب المسالک و الممالک لکھی[2] جس مین اندلس اور مغرب کا بہت عمدہ بیان ہے، البکری نے ۴۸۷ھ مین وفات پائی،

[1] اویلن بروک: تاریخی و جغرافی نمونجات متعلق جغرافیہ ابن حوقل Uylenbroek: Specimen geographico historicum exhibens dissertationes de Ibn Haukalo geographo ۱۸۲۲ء در سلسلہ جغرافیہ دانان عرب جلد ۲-

[2] حالات افریقی شمالی مؤلفہ البکری: Description de l'Afrique septentrionale par el-Bekri متن و ترجمہ مین De Slane اشاعت جدید ۱۹۱۱ء تا ۱۹۱۳ء

تلخیص و تبصرہ

ملثمین توارج

قبائل عرب مین قبیلۂ حمیر کے یہان یہ ایک عجیب و غریب دستور تھا کہ اُن کے مرد نقاب پوش رہتے تھے اور اس وجہ سے ملثمین کہلاتے تھے، اس عجیب و غریب رسم کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ اس قبیلہ کی مخالف ایک قوم تھی جسکا معمول یہ تھا کہ جب مرد گھرون سے باہر جاتے تھے تو یہ لوگ اُن کے گھرون پر حملہ کرکے عورتون کو گرفتار کرلے جاتے تھے، مجبوراً اہل حمیر نے یہ تدبیر اختیار کی کہ ایک دفعہ عورتین مردانہ لباس پہنکر باہر چلی گئین اور مرد نقاب پوش ہوکر گھرون مین رہے، دشمنون نے معمول کے موافق حملہ کیا تو یہ لوگ نقاب ڈالے ہوئے نکلے اور نہایت دلیری سے لڑکر اُن کو قتل کرڈالا، چونکہ یہ فتح نقاب کے پردہ مین ہوئی تھی، اس لئے یادگار کے طور پر یہ رسم قائم کرلی گئی، اسپین مین اس قبیلہ کے ایک خاندان کی حکومت قائم ہوگئی تھی، جو ملثمین کہلاتے تھے، جزائر اقصی کے جنوبی حصہ مین غالباً اسی قبیلہ کی یادگار اب بھی ایک قوم آباد ہے جس نے اپنی اس قدیم خصوصیت کو قائم رکھا ہے یعنی انکی عورتین بے نقاب اور مرد نقاب پوش رہتے ہین، یہ قوم اگرچہ مسلمان ہے لیکن اخلاق و عادات بلکہ اسلامی اصول و عقائد مین بھی مسلمانون بلکہ دنیا کی تمام قومون سے مختلف ہے، اور اپنی انہی عجیب و غریب خصوصیات کی بنا پر بہت سے مصنفین و مورخین کی دلچسپی کا ذریعہ بنی ہوئی ہے، چنانچہ جزائر کے ایک نوجوان سید یحییٰ ابوثمن نے آجکل اس قوم کے حالات کی تحقیق کیلئے اُن مین پانچ سال تک قیام کیا، اُن کے طور طریقے اختیار کئے، ان کے ساتھ نقاب پوش بنکر رہے، اور اسی قبیلہ کی ایک عورت سے شادی بھی کرلی، اس طریقے پر انہون نے جو معلومات حاصل کی ہین وہ حسب ذیل ہین،

یہ قوم توارج کہلاتی ہے جو لفظ "تارجا" سے مشتق ہے، اور تارجا صحرائے فزان یا صحرائے غات

کا نام ہے، جسکا دار السلطنت مرزک ہے، جو اب تک آزاد ہے، البتہ اٹلی اُس پر قبضہ کرنے کی فکر میں ہے، لیکن خود یہ قوم اپنے آپ کو توارج نہیں کہتی، بلکہ "ایماقن" کہتی ہے جس کے معنی مجاہد یا غارت گر کے ہین، اور اس سے اس کی یہ اخلاقی خصوصیت بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ قوم فطرۃً لوٹ مار کی خوگر ہے،

یہ لوگ نہایت سادہ اور پر از اطمینان زندگی بسر کرتے ہین، اور اسی سادگی نے ان کو خلوص و ایثار کا پیکر بنا دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کا ہر فرد اپنے لئے نہین بلکہ اپنی قوم کے لئے زندہ رہتا ہے، اور اپنے قبیلہ کی حمایت مین اپنی جان دینے سے کبھی دریغ نہین کرتا،

یہ لوگ نہایت فقیرانہ اور بدویانہ زندگی بسر کرتے ہین جن مین تمدنی لطافت نام کو بھی نہین پائی جاتی جوار باجرا اُن کی عام اور بہترین غذا ہے، جسکو آگ مین بھون کر کھا لیتے ہین، اس سے بھی ان کی مرغوب ترین غذا ستو ہے، جسکو باجرے اور کھجور وغیرہ سے بناتے ہین، اور پانی یا دودھ مین سان کر کھاتے ہین، مسافر لوگ اونٹون کی پشت ہی پر اس کو کھا بھی جاتے ہین، اور ساتھ ساتھ گاتے بھی جاتے ہین، کیونکہ ان پر یہ خدا کا بڑا احسان ہے جسکا شکر گذار ہونا ضروری ہے، کفایت شعاری کی وجہ سے یہ لوگ گیہون نہین کھاتے کیونکہ اس کے لئے مسالے وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے، اس کے ساتھ اکثر قحط پڑ جایا کرتا ہے، اس حالت مین انکی حالت اور بھی قابل رحم ہو جاتی ہے، غلّے کے اقسام مین کوئی چیز نہین ملتی اور گھاس پات پر گذر اوقات کرتے ہین، کھجور کی گٹھلیون کو بھون کر پیس لیتے ہین اور اس مین پیاز وغیرہ کو ملا کر کھاتے ہین، البتہ اس مصیبت کو وہ نہایت صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کرتے ہین بلکہ خوشحالی کے زمانے مین بھی وہ کم کھانے کے عادی ہوتے ہین اور لبا اوقات بھوکے رہتے ہین اور اس پر فخر کرتے ہین،

انکی وجہ معاش گیہون، جو، باجرا اور بعض قسم کے پھل اور ترکاریون کی کاشت ہے جنکو وہ چھوٹے چھوٹے حوضون مین بوتے ہین اور کنوون کے پانی سے ان کی آبپاشی کرتے ہین، ان کے ملک کے بعض حصون مین نہرین بھی ہین، لیکن وہ ملک کی دائمی سرسبزی و شادابی کے لئے کافی نہین ہین، وہ لوگ شکار کے بھی بہت شایق ہوتے ہین، اور یہ ان کا ایک پیشہ بھی ہے یعنی وہ لوگ شکار کے گوشت کو فروخت کر کے وجہ معاش پیدا کرتے ہین،

ان کی خوشحالی کا بہترین زمانہ فصل خریف مین آتا ہے، جبکہ کھجورین پکتی ہین اور باجرے کی کھیتی کاٹی جاتی ہے، اسی فصل مین وہ لوگ شکم سیر ہو کر کھانا کھاتے ہین، شادیان اور خوشیان کرتے ہین، اور تجارتی گرم بازاری کا بھی یہی زمانہ ہوتا ہے،

اُن مین انسانون کے تین درجے یا تین طبقے قائم ہین :-

(۱) **آمنوکال** یعنی بادشاہ اس لفظ کے معنی صاحب ملک یا صاحب طبل کے ہین کیونکہ اُن کے یہان بطور شاہی علامت کے بادشاہ کے لئے ایک بڑا طبل بنایا جاتا ہے، جو بوقت ضرورت دو اونٹون پر لاد دیا جاتا ہے جسکو دو حبشی غلام بجاتے رہتے ہین،

سلطنت ان کے یہان ایک موروثی چیز ہے، اور ولی عہد ہمیشہ بادشاہ کا بھانجا ہوتا ہے، اُسکا بیٹا نہین ہوتا، وراثت کا یہ طریقہ ایک دوسرے اصول وراثت کی فرع ہے، اور وہ یہ کہ ان کے یہان ماموں کی جائداد کا شرعی وارث صرف بھانجا ہوتا ہے، بیٹا صرف اثاث البیت اور مویشیون کا وارث ہوتا ہے،

اس وقت ان کے ملک مین دو بادشاہ ہین، ایک تو "ہکار" کے قبائل پر حکومت کرتا ہے اور اس کا دار السلطنت "تمنفصت" ہے جو فرانس کی سرپرستی مین ہے، دوسرا بادشاہ قبائل "آزجر" پر فرمانروا ہے، اور اس کا دار السلطنت "غات" ہے، اور یہ ایک آزاد سلطنت ہے، اور ان دونون قبائل مین باہم ہمیشہ جنگ رہتی ہے،

قبیلہ ازجر کی آبادی کے مغربی حصے مین ایک اور سلطنت تھی، لیکن چونکہ اس کو فرانس کی سرپرستی سے انکار تھا اس لئے فرانس نے ہکار کی سلطنت مین اس کو شامل کر دیا، یہ سلطنت تین صدی سے

قائم تھی اور توارج کے تمام ملک پر اس کا اثر تھا، اس نے اپنا دار السلطنت شہر "جانت" کو بنایا تھا، جو مناظر طبعی
کی وجہ سے توارج کے تمام ملک میں بے مثال تھا، اس شہر کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں جس قدر کھجور
کے باغ ہیں وہ وقف ہیں، شہر کے لوگ اُن کے پھل تو کھا سکتے ہیں لیکن ان کو فروخت نہیں کر سکتے، ان
باغوں کی زمین اس وقت ہکار کے بادشاہ کے قبضہ میں ہے، اور اس کی طرف "جانت" کا جو شخص حاکم
ہے وہی اس کا متولی ہے، وہ جسکو چاہتا ہے ان زمینوں کو دیتا ہے اور جس کے قبضے سے نکالنا چاہتا ہے
نکال لیتا ہے، البتہ خود یہ حاکم و بادشاہ اُن سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتے، اس سلطنت کے فرمانرواؤں نے
ان باغوں کو اہل شہر پر کچھ تو سیاسی حیثیت سے وقف کیا تھا جسکا مقصد یہ تھا کہ ان کے ذریعہ سے ان کو اپنے
جھنڈے کے نیچے جمع رکھیں، اور کچھ اقتصادی مصالح بھی مد نظر تھے، تاکہ اہل شہر کیلئے ایک مستقل ذریعہ معاش
ہو اور وہ فاقہ زدگی سے محفوظ رہیں، اس سلطنت کے بادشاہوں کا ذکر خیر اب تک لوگوں کی زبانوں پر ہے،
فرانس نے اگرچہ اب اس کا الحاق ہکار کی سلطنت سے کر دیا ہے، تاہم عصبیت کے لحاظ سے ان لوگوں کا طبعی میلان
قبیلہ ازجر کی طرف ہے، اور وہ اپنا شرعی فرمانروا غات کے بادشاہ کو تسلیم کرتے ہیں،

(۴) **ایہکارن**، یہ رئیسوں اور امیروں کا گروہ ہے، جو صنعت و حرفت زراعت و تجارت غرض
کوئی پیشہ نہیں کرتا، بلکہ اس نے یہ تمام چیزیں عام رعایا کے ہاتھ میں دیدی ہیں، البتہ خود رعایا پر اپنا قبضہ کر لیا ہے
اس کی رعایا جو کچھ پیدا کرتی ہے، اس میں سے یہ لوگ جو کچھ چاہتے ہیں، ظالمانہ اور غاصبانہ طور پر لے لیتے ہیں
رعایا ان کے مظالم سے تنگ آگئی ہے، لیکن اُن کے انسداد کی کوئی صورت نہیں، فرانس جس نے اس ملک
کے بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا ہے، وہ اس ڈر سے ان مظالم سے آنکھ بند کر لیتا ہے کہ اگر اس نے سختی سے کام
لیا تو تمام توارج بھاگ نکلیں گے اور ملک ویران ہو جائیگا،

یہ رئیس صحرا میں قیام رکھتے ہیں، اور ہر پیشہ کو اپنے لئے ذلیل سمجھتے ہیں، البتہ لوٹ مار کا پیشہ اُن کا
ایک قابل فخر آبائی پیشہ ہے، اور بیٹا صرف اسی وضع میں باپ کی تقلید کرتا ہے، اسکے علاوہ اور اوصاف

ہیں ان کے یہاں شرافت کا معیار صرف ماں ہے، باپ کیسا ہی ذلیل ہو لیکن اگر ماں شریف ہے تو بیٹا بھی
شریف کہا جائیگا، اسی بنا پر فرانس کے بعض علماء کا خیال ہے، کہ یہ دور اباحت کی یادگار ہے جس میں
باپ غیر متعین ہوتا تھا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ عورت کے اس اقتدار کا اثر ہے جو اس ملک میں اس کو
مردوں پر حاصل ہے،

(۳) **ایغاد** یعنی عام رعایا یہ لوگ زیادہ تر دیہاتوں میں رہتے ہیں کھیتی باڑی اور مختلف پیشے کرتے
ہیں لیکن ان کی پیداوار روساء و امراء کے لئے وقف رہتی ہے،

ان کا خط بعینہ فنیقی خط ہے جو عربی خط کی طرح دائیں سے بائیں جانب لکھا جاتا ہے لیکن انکا
خیال ہے کہ انکی ایک شاعرہ عورت اس خط کی موجد ہے، اور اس خط میں لکھنا پڑھنا صرف عورتوں
کے ساتھ مخصوص ہے، مرد بہت کم اس خط میں لکھ پڑھ سکتے ہیں، البتہ عورتیں عربی زبان بالکل نہیں جانتیں،
عربی زبان صرف مرد بولتے ہیں اور وہی قرآن اور شرعی علوم کے ماہر ہوتے ہیں،

خود انکی زبان میں کوئی تصنیف نہیں ہے، البتہ عورتوں کے چند عاشقانہ خطوط ہیں جنکو وہ انشا پردازی
کا بہترین نمونہ سمجھتے ہیں، اور انہیں کا تتبع کرتے ہیں، ان خطوط کا طرز نہایت سادہ اور فطری ہے، اور
بلاغت کا سب سے بڑا طریقہ ان کے یہاں الفاظ کی تکرار ہے، اس لئے جس چیز پر زیادہ زور دینا چاہتے
ہیں اسکو بار بار یہاں تک کہ ایک لفظ کو دس دس بار لکھتے ہیں،

ان کی زبان میں نظم کا حصہ نثر سے زیادہ ہے، جو چھوٹے چھوٹے قطعات، قصائد و حکایات
پر مشتمل ہوتی ہیں، عام طور پر ان کی نظموں میں شجاعانہ، مدحیہ، اور عاشقانہ خیالات ظاہر کئے جاتے ہیں اور
شاعر عموماً عورتیں ہوتی ہیں مرد نہیں ہوتے اس لئے عورتیں مردوں کے ساتھ عشق و محبت کے خیالات
ظاہر کرتی ہیں اور عورتوں کی مدح میں قصائد لکھتی ہیں، ان کے یہاں شاعرہ عورتوں کی بڑی عزت کیجاتی
ہے، اور ہر قبیلہ اپنی شاعرہ عورتوں پر فخر کرتا ہے، بعض اوقات مختلف قبائل کی عورتیں جمع ہو کر باہم

شعر خوانی کرتی ہین اور اس طرح فصاحت و بلاغت مین ان کا باہمی مقابلہ ہوتا ہے، اور اس مقابلہ مین وہ اپنے فریق پر غالب ہونے کے لئے اپنے اشعار مین بڑے بڑے مغلق الفاظ کا استعمال کرتی ہین جو بلاغت اور قادر الکلامی کی بڑی دلیل خیال کی جاتی ہے، ان لوگون کا خیال ہے کہ سب سے پہلے ان کی زبان مین جس نے شعر کہا وہ ایک عورت تھی، اور اسی نے ان کے لئے حروف تہجی ایجاد کئے، غالباً اسی خیال کی بنا پر یہ دونون چیزین عورتون کے لئے مخصوص ہوگئی ہین، انکی زبان خالص بربری ہے، اس مین عربی زبان کی مطلق آمیزش نہین پائی جاتی، اس کے بخلاف جزائر کے اور قبائل کی زبانون مین اس کثرت سے عربی الفاظ شامل ہوگئے ہین کہ جو شخص بربری زبان نہین جانتا وہ بھی ان کو سمجھ سکتا ہے، لیکن توارج کی زبان عربی سے بالکل الگ ہے، مذہبی الفاظ سے تو چارہ نہین تاہم وہ ان مین بھی تصرف کر لیتے ہین، اور "محمد" کو "محمذ" کہتے ہین،

(مق ۷۶/۴۴) "ع"

فن مقامات کا موجد کون تھا؟

ادبی اصطلاح مین چھوٹے چھوٹے مصنوعی قصون کو جن مین ایک انشا پرداز شاعرانہ، فلسفیانہ، عاشقانہ اور ظریفانہ خیالات کو مسجع و مقفی عبارت مین ظاہر کرتا ہے مقامات کہتے ہین، اور عام طور پر مشہور یہ ہے کہ اس قسم کے قصون کا موجد اول بدیع الزمان ہمدانی ہے، بدیع الزمان ہمدانی کے بعد اس فن مین سب سے زیادہ شہرت ابوالقاسم حریری نے حاصل کی لیکن اس نے ہمدانی ہی کو اس فن کا موجد اور اپنے آپ کو اس کا پیرو تسلیم کیا ہے، اور غالباً اسی کی تحریر سے عام طور پر یہ غلط خیال پھیل گیا ہے کہ اس فن کی ایجاد کا شرف ہمدانی کو حاصل ہے، لیکن بعض مورخین ادب کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فن کا اصلی موجد ابن دُرَید المتوفی ۳۲۱ھ تھا اور ہمدانی نے اوسی کی تقلید کی ہے، البتہ ابن دُرَید نے اپنے قصون کا نام "احادیث" اور ہمدانی نے اس کے بجائے ان کا اصطلاحی نام "مقامات" رکھا ہے اور غالباً اسی بنا پر مورخین نے غلطی سے فن مقامات کا موجد ہمدانی کو قرار دیا،

زہر الآداب کا مصنف ابو اسحاق مصری بدیع الزمان ہمدانی کے تذکرہ مین لکھتا ہے کہ "اس نے ابن دُرَید کے چالیس قصون کو دیکھکر اپنے مقامات کی طرح ڈالی"، زہر الآداب کی یہ پوری عبارت یاقوت حموی نے معجم الادبا مین (جلد اوّل صفحہ ۹۸ و ۹۹) ہمدانی کے حال مین نقل کی ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس فن کے بانی اول ہونیکا شرف ہمدانی کے بجائے ابن دُرَید کو حاصل ہے،

البتہ اس جدید تاریخی نظریے کے متعلق یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ابن درید صرف ایک لغوی اور راوی شخص تھا، انشا پرداز نہ تھا، اس لئے اس کے قصے کیونکر بدیع الزمان جیسے انشا پرداز کے دل مین، اس کی تقلید کا جذبہ پیدا کر سکتے تھے؟ لیکن درحقیقت یہ قصے ابن درید کے حدود سے باہر نہین ہین، کیونکہ اس نے بہت سے دلچسپ قصے بدوون کی زبان سے نقل کئے ہین، اور ان مین متعدد قصے امالی ابو علی قالی مین بھی مذکور ہین، اور دوسری ادبی کتابون مین بھی اسی قسم کے بعض قصے اس کی روایت سے مروی ہین، اور ان سب سے اتنا ضرور ثابت ہو جاتا ہے، کہ ہمدانی فن مقامات کا موجد نہ تھا، بلکہ اس نے سب سے پہلے اس کو انشا کی ایک مستقل صنف کی حیثیت سے پیش کیا، البتہ جو قصے ابن دُرَید کی طرف "احادیث" کے نام سے منسوب ہین خود ان کے متعلق مزید بحث و تحقیق کی گنجایش ہے، کہ آیا اس نے کوئی مستقل مجموعہ ایسے افسانون کا لکھا تھا، یا ایسی ہی متفرق حکایتین ہین جنکو ادیبون نے اپنی کتابون مین اس کے نام سے نقل کر دیا ہے، نیز یہ کہ یہ چالیس حکایتین کیونکر پوری ہوتی ہین،

(مق ۴۴/۴۴)

"ع"

حبشہ مین مسلمانون کی بغاوت

حبشہ سے اسلام اور مسلمانون کو جو پرانا تعلق ہے وہ ظاہر ہے، یہی وہ ملک ہے جو مکہ معظمہ کے بعد سب سے پہلے اسلام کے نور سے منور ہوا، اور جہان مسلمانون نے مکہ معظمہ کے رئیسون کے ظلم و ستم سے گھبرا کر پناہ لی اور وہان کے نجاشی نے ان نووارد بن بلائے مہمانون کو اپنے امن و امان کے سایہ مین جگہ دی، مسلمانون نے حبش کے

اسی احسان کو ہمیشہ یاد رکھا، اور عین اس وقت جب تمام کرۂ ارضی اُن کے فاتح سپاہیون کے گھوڑون سے پامال ہو رہا تھا حبشہ کی سرزمین پر انہون نے قدم بھی نہین رکھا، البتہ جب عربون کی وہان نوآبادیان قائم ہوئین اور ملک کی قومون مین اسلام پھیلا تو وہان مسلمانون کی بھی کہین کہین ریاستین قائم ہوگئین ان اسلامی ریاستون کو کبھی کوئی بڑی زندگی حاصل نہین ہوئی، اور ہمیشہ جنگ و جدل مین اُنکا خاتمہ ہوا، نوین صدی مین علامہ مقریزی نے "الالمام بمن فی الحبشہ من ملوک الاسلام" کے نام سے ان واقعات کی مختصر تاریخ لکھی ہے، جو چھپ گئی ہے، الہلال کلکتہ مرحوم مین اڈیٹر معارف کے قلم سے "تاریخ اسلام کا ایک گم شدہ صفحہ" کے عنوان سے اس پر مضامین کے چند سلسلے نکلے تھے،

گذشتہ جنگ عظیم مین جہان دنیا کے اور ملکون مین انقلابات رونما ہوئے تھے، وہان شاید بعض صاحبون کو یاد ہو کہ حبشہ مین بھی اسلام و عیسائیت کا ایک خونین منظر دکھائی دیا تھا، جسکی تفصیل یہ تھی کہ اسلام حبشہ کے خاندان شاہی تک پہونچ چکا ہے اور ایک شاہزادہ مسلمان مان کے بطن سے ہے، اور مسلمان ہے، اُس بڑی لڑائی مین وہ شاہزادہ ترک اور دوسرے مسلمان قبیلون اور امیرون کی مدد سے حبشہ کے تخت پر قابض ہو گیا تھا، لیکن بعد کو اتحادیون کی کوشش سے دوسرا عیسائی شہزادہ غالب آیا، اور حکمران قرار پایا،

بہرحال اس زمانہ سے اسلام و عیسائیت کی کشمکش حبشہ کے تخت حکومت کے لئے قائم ہے اور وہی کشمکش اس وقت بھی جاری ہے، افواہ ہے کہ مسلمان شہزادہ یعنی یاسو قید سے نکل بھاگا ہے اور اُسکے حامیون اور مددگارون کی ٹولیان اُس کے اردگرد جمع ہو رہی ہین اور حبشہ کی مسیحی حکومت اُن کے مقابلہ کی تیاری کر رہی ہے، مصر کا قبطی بطریق شاید اسی سلسلہ مین حبشہ گیا تھا،

(مارچ) " س "

آثارِ علمیہ و تاریخیہ

علامہ شبلی نعمانی کے غیر مطبوعہ مکاتیب

بنام

میر مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ

تقریباً چالیس سال کا عرصہ گذرا کہ حیدر آباد دکن مین بعض علما و فضلا نے عربی زبان کے قدیم علوم و فنون کے احیاء اور اُنکی اشاعت کے لئے مجلس دائرۃ المعارف کی بنا ڈالی، اس کے مخلص محرکین مین نواب عماد الملک مرحوم، ملا عبد القیوم صاحب مرحوم، اور مولانا انوار اللہ خان صاحب مرحوم کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا جاتا ہے،

یہ تحریک چونکہ خالص علمی اور ادبی تھی اس لئے ہندوستان کے مشہور اکابر ملت اور فضلائے قوم سے بھی دائرہ کے مقاصد و اغراض کے متعلق مفید مشورے اور اس کے دستور العمل کے لئے مفید تجاویز حاصل کئے گئے، تاکہ ان مجوزہ اصول پر دائرہ اپنے علمی خدمات پیش کر سکے، مولانا شبلیؒ، مولانا حالیؒ، اور سر سیدؒ خصوصیت سے قابلِ ذکر ارکان مین تھے، ان اربابِ علم نے وقتاً فوقتاً اپنی تحریرون سے دائرہ کو فائدہ پہنچایا، ذیل مین علامہ شبلیؒ کے چند قیمتی خطوط[1] شایع کئے جاتے ہین، جن مین دائرہ کے اہم مقاصد پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے، خدا سے دعا ہے کہ دائرہ کو وہی علمی مرکزیت نصیب ہو جو اس کے مخلص بانیون کی نگاہ مین تھی، آمین۔

(سید ہاشم ندوی رکن دائرۃ المعارف)

[1] یہ خطوط تذکرہ عماد الملک کے مواد کی فراہمی کے سلسلہ مین دائرۃ المعارف کے پرانے کاغذات مین ملے، جو باجازت جناب مہتمم صاحب دائرۃ المعارف شایع کئے جاتے ہین،

مکتوب نمبر ا

عالی جناب !

فرمان عالی مورخہ یکم صفر ۱۳۱۲ھ علی گڈہ سے واپس ہو کر اعظم گڈہ مین، جہان مین آجکل مقیم ہون وارد فرما ہوا،

مجھ کو اس مجلس کی شرکت نہایت فخر و ابتہاج کے ساتھ منظور ہے، مین اس مجلس کے ساتھ مدت سے غائبانہ عقیدت رکھتا تھا، میرا سفرنامہ ٹرکی جولائی سنہ حال مین شایع ہوا ہے، مین نے اس مین ایک مناسب موقعہ پر اس مجلس کا ذکر کیا ہے، اور اس کی علمی فیاضیون کا اعتراف کرکے لکھا ہے کہ جو کچھ اب تک ہوا ہے ہم اس سے زیادہ فیاضیون کے امیدوار ہین،

مجلس کے دستور العمل اور دیگر کاغذات اب تک نہین پہونچے، ان کے آنے پر مین اپنی تجویزون کو ایک مفصل یاد داشت کی صورت مین پیش کرونگا، فقط

شبلی نعمانی

از مقام اعظم گڈہ ۱۵ اگست ۱۸۹۴ء

مکتوب نمبر ۲

عالی جناب !

نامۂ والا معہ قانون دائرۃ المعارف ورود فرما ہوا، مین اس وقت وطن مین ہون، اور سامان علمی میرے پاس جو کچھ ہے علی گڈہ مین ہے، ۲۰ اکتوبر ۱۸۹۴ء کو کالج کھلیگا، اس وقت ایک مفصل یادداشت مجلس مذکور کے متعلق تیار کرکے ارسالِ خدمت عالی کرونگا، اس مین ضروری مطالب یہ ہونگے،

(۱) تصریح و تعین کتب ائمہ فن قابلِ طبع،

(۲) ان کتابون کی مختصر کیفیت جن سے اس کی خوبی اور ندرت کا اندازہ ہو،

(۳) تعین مقامات جہان سے وہ کتابین دست یاب ہو سکتی ہین، (۴) طریقہ اشاعت کتب مطبوعہ جو مجلس کے سرمایہ کی ترقی کا سبب ہو۔

سفرنامہ بذریعہ ویلیو پیبل ارسال خدمت عالی ہوا فقط

شبلی نعمانی، از مقام اعظم گڈھ

۱۲ ستمبر ۱۸۹۴ء

مکتوب نمبر ۳

یاد داشت برائے دائرۃ المعارف النظامیہ

دفعہ ا۔ مین نے جو یاد داشت مجلس دائرۃ المعارف کے لئے تیار کی ہے، اس کا پہلا حصہ یہ ہے، اگرچہ یہ حصہ صرف قرآن مجید کی متعلق تصنیفات سے متعلق ہے لیکن وہ اصول جو اس یاد داشت کے ہر حصہ سے یکسان تعلق رکھتا ہے، اس موقع پر ظاہر کردینا ضرور ہے،

دفعہ ۲، میرے نزدیک مجلس کا جو مقصد سب سے زیادہ مہتم بالشان ہونا چاہئے وہ یہ ہے کہ قدما کی تصنیفات زندہ کیئے جائین، کیونکہ یہ امر عین الیقین کے درجہ تک پہونچگیا ہے کہ فن کے اصلی مسائل صرف انہی کی تصنیفات مین ملتے ہین، اور متاخرین کی طبع آزمائیان زیادہ تر ان امور پر مقصود ہوتی ہین، جو محض خارجی ہین اور جن سے اصل فن پر کچھ اثر نہین پڑتا اس کے علاوہ قدما کی تمام تصنیفات کا عام انداز مجتہدانہ ہوتا ہے، اور اس وجہ سے انکی تصنیفات کے مطالعہ کرنے والون مین اجتہادی مذاق پیدا ہو سکتا ہے، بخلاف اس کے متاخرین کی تصنیفات تقلید کے محدود دائرہ سے کبھی باہر نکلنے نہین دیتین،

اس امر کے بیان کرنے کے بعد مین اصل مقصود کی طرف رجوع کرتا ہون یعنی جو اس حصۂ یادداشت کا خاص مقصد ہے،

یہ امر نہایت افسوس کے قابل ہے کہ آجکل جبکہ عربی علوم و فنون کی خدمت بڑی سرگرمی سے

کی جارہی ہے، اور جبکہ سینکڑوں عزیزالوجود تصنیفات چھپ کر شائع ہورہی ہیں، قرآن مجید کیساتھ نہایت کم اعتنا کیا گیا ہے، نہ قرآن مجید کی نادر تفسیر چھاپی گئی، اور نہ وہ کتابیں جو صرف قرآن مجید کی بلاغت و فصاحت یا مسائل کلامیہ یا احکام فقہیہ پر لکھی گئی ہیں، ان میں سے کوئی کتاب شائع کی گئی ہے، بے شبہہ اس قسم کی کتابیں فی نفسہا کم ہیں، تاہم ہیں، اور ان کے شائع ہونے سے قرآن مجید کے متعلق، بہت سے نئے معلومات کا ذخیرہ مہیا ہوجائیگا، ان میں سے جو خود میری نگاہ سے گزری ہیں، اُن کو میں ذیل میں لکھتا ہوں،

بصائر ذوی التمیز فی لطائف القرآن العزیز۔ یہ کتاب صاحب قاموس کی تصنیف ہے، وہ ہر سورہ کے متعلق وجوہ ذیل سے بحث کرتا ہے،

(۱) سورہ کے اساس کن مضامین پر ہیں اور کیا مضامین اس میں ضمناً آگئے ہیں، اس کے ثبوت میں وہ خاص خاص آیتوں کو پیش کرتا ہے،

(۲) اس سورہ میں جن مضامین کو بیان کیا ہے، وہی مضامین جو دوسری سورتوں میں مختلف عبارتوں میں بیان کئے گئے ہیں، ان کے اختلاف الفاظ کی وجہ، اور یہ کہ ہر خاص پیرایہ کیساتھ کیا وجوہ بلاغت مخصوص ہیں،

(۳) احکام فقہیہ وغیرہ،

اس کتاب کے دوسرے حصے میں صرف ان الفاظ سے بحث کی ہے، جو قرآن مجید میں مختلف معنوں میں مستعمل ہوئے ہیں، اس کتاب کی ضخامت پانچ چھ سو صفحوں کی ہے، اور کتب خانہ عاشر آفندی واقع قسطنطنیہ میں موجود ہے، میں نے اس کتاب کو بغور پڑھا ہے، بے مثل کتاب ہے،

اسرار التنزیل، امام رازی کی تصنیف ہے، قرآن آیتوں سے بحث کی ہے، جو مسائل کلامی یا حقیقۃ و معارف سے متعلق ہیں، نہایت عمدہ کتاب ہے، کتب خانہ خدیو میں ہے، ضخامت تقریباً (۴۰۰) صفحہ

اعجاز القرآن باقلانی۔ اعجاز قرآن کے متعلق جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں، سب میں عمدہ ہے،

ابوبکر عربی نے اس کی نسبت کہا ہے کہ لم یصنف مثلہ، ضخامت قریباً (۳۵۰) صفحہ کتبخانہ خدیو میں ہے،

روضۃ البلاغہ، قرآن مجید میں جو مضامین ہیں اور اس قسم کے مضامین جو شعرائے جاہلیت یا مخضرمین کے ہاں بندھے ہیں اُن کا موازنہ اور قرآن مجید کی ترجیح وجوہ بلاغت کے لحاظ سے، اس کا مصنف چھٹی صدی کے آغاز میں تھا، کتب خانہ خدیو میں ہے، ضخامت قریباً (۳۰۰) صفحہ،

اعجاز القرآن لابن ابی اصبع. مولوی خدابخش خان پٹنوی کے کتبخانہ میں ہے، ان کے سوا اگر،

نظم القرآن عبدالقاہر جرجانی
نظم القرآن جاحظ
اعجاز القرآن امام رازی

} میسر آسکیں تو اُن کو مذکورہ بالا کتابوں پر بھی ترجیح ہے،

دلائل الاعجاز عبدالقاہر جرجانی میں بھی اکثر قرآن مجید کے حوالے ہیں، اور یہ کتاب کتب خانہ اسعد آفندی واقع قسطنطنیہ میں موجود ہے،

نقل وکتابت کا انتظام مصر سے بآسانی ممکن ہے، اور آپ غالباً قسطنطنیہ سے بھی بوجہ احسن انتظام کرسکیں اگر میری اس مختصر یادداشت پر کچھ لحاظ کیا گیا تو مجھ کو زیادہ ہمت ہوگی اور فن ادب و حدیث، و تاریخ کے متعلق مفصل یادداشتیں پیش کرونگا،

شبلی نعمانی

۲۳ نومبر ۱۸۹۲ء از علی گڈھ

مکتوب نمبر ۲

بعالی خدمت، جناب نواب اقبال یار جنگ بہادر معتمد مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ،

مراسلہ مورخہ ۱۱ رجب ۱۳۱۰ھ موصول ہو کر باعث شرف و افتخار ہوا، مجھ کو خوشی ہے کہ میری یادداشت مورخہ ۲۳ نومبر ۱۸۹۲ء معرض قبول میں آئی، اور قابل لحاظ خیال کی گئی، متعاقب وقتاً فوقتاً اور علوم و فنون کے

کے متعلق اسی قسم کی یادداشتین اور معروضات ارسال ہوتی رہینگی،

جونکہ مراسلہ سامی مین کتب کی اشاعت و فروخت کے متعلق استفسار ہوا ہے، اس لئے اس عریضہ مین اس کے متعلق کچھ گزارش کرتا ہون، اخبارات کے ذریعہ سے کتابون کا جو اشتہار دیا گیا، اگرچہ وہ خود ایک ناکافی تدبیر تھی، تاہم اس مین بھی کچھ کامیابی ہوسکتی تھی، بشرطیکہ اس تدبیر کو اچھی طرح برتا جاتا، جہان تک مجھ کو معلوم ہے، بہت کم اخبارون مین اشتہارات دئے گئے، اور دئے بھی گئے تو صرف ایک ایک دو دو دفعہ، اودھ اخبار، زمانہ، آزاد، نجم الاخبار، الوقت، اخبار عام، اردو گائڈ یعنی دار السلطنت وغیرہ وغیرہ اخبارون مین بکرّات و مرّات اشتہارات دینا چاہئے تھا، اشاعت کی اصلی تدبیر یہ ہے کہ ہندوستان کے وہ تاجر جو عربی کتابین بیچتے ہین، اور جنکی آڑھتین دور دور قائم ہین، ان کے پاس ان کتابون کے بہت سے نسخے رکھوائے جائین، اور ان کو فیصدی ۲۵ کمیشن دیا جائے، وہ اپنی سالانہ فہرستون اور آڑھتون کے ذریعہ سے بہت آسانی سے کتابین فروخت کردین گے، البتہ اعتماد و اطمینان کے لئے ان سے کسی قسم کی ضمانت حاصل کرنی چاہئے، یہ تاجر ہمیشہ عربی کی بڑی بڑی کتابین چھاپتے رہتے ہین، اور نکلتی جاتی ہین، دارقطنی تلخیص الحبیر، فتح الباری کس قدر ضخیم کتابین ہین، اور برابر فروخت ہوتی جاتی ہین، اس قسم کے سوداگرون مین مولوی عبد الاحد مالک مجتبائی دہلی کا کارخانہ آجکل بڑھا ہوا ہے،

اس کے ساتھ مصر و شام کے سوداگرون سے معاملہ کرنا چاہئے، ان مین سے دو شخص جنکے نام و پتہ ذیل مین درج ہے ان سے خط و کتابت کرنا مناسب ہوگا،

(۱) سید عبد الواحد طوبی، قریب الجامعۃ الازہر، قاہرہ، مصر، (۲) شیخ عبد الباسط الانسی، المکتبۃ الانسیہ، بیروت سوریا یعنی شام

یہ لوگ جواب مین تصریح سے لکھینگے کہ انکو کس طرح پر معاملہ کرنا منظور ہے، انکے اعتبار اور راست معاملگی کی مین قطعی شہادت دیتا ہون،

کارکنان مطبع مین سے ایک شخص خاص اس قسم کے کامون کیلئے مامور ہونا چاہئے،

شبلی نعمانی، ۲۰ جنوری ۱۸۹۵ء،

اخبار علمیہ

ایک عجیب تجربہ،

مس ایچ بی فیل نے جو کیمبرج کے دار التجربہ مین حیاتیات کے متعلق مزید تحقیقات مین مصروف ہے ایک عجیب و غریب اور حیرت انگیز تجربہ حال ہی مین کیا ہے، اس وقت تک لوگون کا خیال تھا کہ بچہ کی رحم مادر کے باہر زندگی محال ہے، اور اُس کے بڑھنے اور ترقی کرنے کا سوال تو مضحکہ ہی ہے، مگر مس فیل نے اپنے تجربہ سے یہ بات غلط ثابت کر دکھائی ہے، اس کا خیال ہے کہ غذا و حرارت کا ٹھیک ٹھیک خیال رکھا جائے تو کوئی وجہ نہین کہ بچہ جو گوشت کا لوتھڑا ہوتا ہے، ترقی نہ کرے، چنانچہ اس نے اس کا تجربہ کیا اور ۸ دن مین وہ مضغہ گوشت نلکی کے اندر نگن ہوگیا،

بڑے شہر کے باشندے،

موجودہ تمدن کی ایک بڑی نشانی وسیع شہر، ان کی فلک بوس عمارتین، اُن کے لاتعداد کارخانے اور اُن کی ہنگامہ خیز پرشور زندگی سمجھی جاتی ہے، لیکن ماہرین سائنس کے نزدیک یہی چیزین انسانی صحت کے لئے سب سے بڑی لعنتین ثابت ہو رہی ہین، اُس وقت اڈیسن موجودہ زمانہ کا سب سے بڑا ماہر سائنس سمجھا جاتا ہے، برقی قوت لاسلکی وغیرہ اسی کے ذہن کی مرہون منت ہین، لیکن خود اسکا یہ خیال ہے کہ اگر شہرون مین السانون، کارخانون اور موٹرون وغیرہ کا یہی شور باقی رہا تو وہ دن زیادہ دور نہین جبکہ ان شہرون کے باشندے اپنی قوت سامعہ کھو بیٹھینگے،

کیا انسانی زندگی بڑھ رہی ہے

ڈاکٹر ایل، الیف، ڈبلن، کا دعوی ہے کہ یہ اطلاع کہ گذشتہ دس سال مین انسانی عمر مین دو سال کا اوسطاً اضافہ ہوگیا ہے، بالکل بے بنیاد ہے، بلکہ ان کا بیان ہے کہ گذشتہ صدی مین اصول حفظان صحت کے

متعلق جو کچھ ترقیان ہوئی ہین اور انواع و اقسام کی جو جدید ادویہ و آلات ایجاد ہوے ہین، اُن کے باوجود حیات انسانی کے شہور و سنین مین مطلقاً کوئی اضافہ نہین ہوا ہے،

سنہ ۱۹۳۰ء مین سورج گرہن اور چاند گرہن

امسال دو دفعہ سورج مین اور دو دفعہ چاند مین گرہن لگے گا، ۱۳ اپریل گذشتہ کو چاند مین معمولی سا گرہن لگا، اور ۲۸ اپریل کو سورج مین گرہن تھا جو بعض مقامات مین پورا تھا، آیندہ ۷ اکتوبر کو چاند مین معمولی گرہن اور ۲۱ اکتوبر کو سورج مین پورا گرہن لگے گا،

افق کی دوری،

افق جہان دیکھنے والے کو آسمان کا کنارہ زمین سے لگا ہوا نظر آتا ہے، یہ کوئی حقیقی چیز نہین ہے بلکہ انسان کی حد نظر کا نام ہے، دیکھنے والے کی آنکھین جتنی اونچی ہونگی اتنی ہی دور یہ منظر اس کو دکھائی دیگا، اگر کوئی ۶ فٹ اونچا ہوگا تو اس کو افق ۳ میل دور نظر آئیگا اور اگر ۵۰ فٹ بلند ہوگا تو افق اس سے ۹ میل اور کچھ کسر پر دکھائی پڑیگا، اور اگر ۱۰۰ فٹ وہ اونچا کھڑا ہو تو اس کا بعد ۱۳ میل معلوم ہوگا، اور اگر ۵۰۰ فٹ کی اونچائی ہو تو بعد ۲۹½ میل ہوگا، اور اگر ایک ہزار اونچا ہو تو دوری ۴۱ میل ہوگی، اور اگر پانچ ہزار میل اونچا ہو تو بعد ۹۳ میل اور ۲۰ ہزار اونچائی پر ۱۸۶ میل کی دوری ہوگی،

"ن"

ایک نیا ستارہ،

آسٹریا کے پروفیسر جوہان پالیزن نے چھوٹے سے ایک نئے ستارہ کا پتہ معلوم کیا ہے، وائنا یونیورسٹی کی مجلس نے اُس کا نام امریکہ کے نئے رئیس (پریسیڈنٹ) کے نام پر ہوور رکھا ہے کہ اُسی کی کوشش نے جنگ عظیم مین یورپ کو بھوک کی مصیبت سے بچایا،

ڈارون کی یادگار

انگریزون نے اپنے مشہور حکیم و مذہب ارتقاء کے بانی ڈارون کی یادگار اس طرح قائم کی کہ اُس کے

مشہور مکان ڈارون ہوس کو جو لندن کے اطراف مین ہے، ڈارون کے پوتے پروفیسر چارلس گلٹن ڈارون سے خرید لیا، اور اس کی قیمت مسٹر جارج بکسٹن براون ایک انگریز سرجن نے ادا کی، اور اس مکان کو برطانی علمی مجلس کے سپرد کر دیا، گذشتہ موسم گرما مین عوام کے لئے یہ مکان ایک زیارتگاہ کی حیثیت سے کھول دیا گیا، یہی وہ مکان ہے جسمین ڈارون نے علم الحیات پر اپنی کتابین "اصل انواع" اور "تسلسل انسان" وغیرہ لکھین، علمائے طبعیات سے خواہش کی گئی ہے کہ ڈارون کے نظریۂ ارتقاء کے سلسلہ مین ان کے پاس جو طبعیاتی نمونے ہون وہ اس عجائب خانہ مین رکھنے کیلئے تحفۃً دین،

شمالی افریقہ کا مستقبل

نہر سویز کے بعد اسپینی انجنیر اور ماہرین اس سے بھی زیادہ ایک حیرت انگیز قدم اٹھانے کی تیاری کر رہے ہین یعنی افریقہ کے خشک اور بے آب و گیاہ صحرا مین ایک عظیم الشان نہر بلکہ دریا بنا دینا چاہتے ہین جس سے یہان کی گرم ہوا ٹھنڈی ہو جا سکے، یہ پتہ چلا ہے کہ اس براعظم مین بہت سی خشک جھیلون کے نشانات ہین جو ایک دوسرے سے خشک نہرون کے ذریعہ سے ملی ہوئی تھین اور یہ سب کی سب سمندر کی سطح سے پست ہین، اب تجویز یہ ہے کہ بحر متوسط (میڈیٹرینین) سے افریقہ کی زمین کھود کر اُن خشک جھیلون تک پانی لایا جائے، اس طرح اس براعظم مین تیس ہزار میل کی ایک جھیل بن جائیگی، اور جب جنوبی خشک ہوا چلیگی تو شمالی پہاڑون تک سمندر سے اُٹھنے والے بخارات پہونچینگے، اور بادل بنکر برسینگے، اور اس تدبیر سے اس اقلیم کے طبعی موسم، آب و ہوا اور خصوصیات مین انقلاب پیدا ہو جائیگا،

سترہوین اقوامی مجلس مستشرقین

مستشرقین کی بین الاقوامی مجلس کے سترہوین اجلاس کی جو آکسفورڈ مین ۱۹۲۸ء مین ہوا تھا، روداد انگریزی مین شائع ہوئی ہے، اس مین گذشتہ اجلاسون کی رپورٹین اور موجودہ مجلس کے عہدہ دارون ممبرون اور ان حکومتون اور درسگاہون کے نام ہین جو اس مین نمایندگی کرتی تھین اور ان سب کمیٹیون کی روداد

تھے جو مجلس کے ماتحت قائم ہوئی تھین، یہ تو ذیلی مجلسین (سب کمیٹیان) تھین، ایک عام ذیلی مجلس، دوسری اشوری زبان اور اس کے ملحقات کی، تیسری مصر اور افریقہ کی، چوتھی وسط اور شمالی ایشیا کی، پانچوین مشرق اقصیٰ کی، چھٹی کے تین حصے تھے، پہلا قدیم ہندوستان، دوسرا نیا ہندوستان یعنی جنوبی ہند اور سیلون تیسرا ایران، آرمینیا اور کوہ قاف، ساتوین توراۃ سے متعلق قدیم عہد عبرانی و آرامی، اور آٹھوین اسلامی اور ترکی، اور نوین مشرقی فن کے متعلق، اس رو داد کی قیمت ساڑھے سات شلنگ ہے،

برقی تصویر کشی

برقی تارون کے ذریعہ سے دور دراز مسافتون سے تصویر اُتارنے کی ایجاد روز بروز ترقی کر رہی ہے، یہان تک کہ اب لندن سے برلن مین، اور برلن سے لندن مین تصویر اُتار لی جاتی ہے، امید ہے کہ اب جرمنی کے مختلف شہرون سے ہولینڈ اور بلجیم تک یہ سلسلہ قائم کردیا جائیگا، اور بھیجنے کا خرچ ایک مربع سنٹی میٹر پر ڈھائی آنے کے قریب خرچ ہوگا، مثلاً اگر تصویر ۱۲ سنٹی میٹر لمبی اور ۸ سنٹی میٹر چوڑی ہوئی تو اس کا خرچ ایک پونڈ کے قریب ہوگا،

مصری کتبخانہ کی فہرست

آجکل مصر کے خدیوی کتبخانہ کی نئی فہرست کی اشاعت کا سامان ہو رہا ہے، چنانچہ اب اُسکی چوتھی جلد شایع ہوئی ہے، کتبخانہ کی پہلی فہرست بالکل بھدّے اور پرانے ٹائپ مین بدترین کاغذ پر چھپی تھی، امید ہے کہ یہ جلدان عیوب سے پاک ہوگی،

"س"

لغاتِ جدیدہ

چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری، قیمت ۶عہ

"منیجر"

ادبیات

جنونِ آرزو

از

جناب مولوی اقبال احمد صاحب سہیل، ایم اے، ال ال بی، اعظم گڈھ

(۱)

جناب سہیل نے یہ نظم اعظم گڈھ کے ایک جلسہ مین پڑھکر سنائی تھی، جو بے حد پسند کی گئی تھی، اسمین طبعیات کے ایک مسئلہ کو ایک فلسفیانہ خیال کے قالب مین ڈھال کر ایک اخلاقی نتیجہ پیدا کیا ہے، نظم ابھی ناتمام ہے، تاہم ان بندون مین جو خیال ادا کیا گیا ہے وہ ناتمام نہین،

دامنِ کہسار سے رقصان چلی اک جوے آب ۔۔۔ جستجوے منزلِ مقصود مین پا در رکاب

عزمِ راسخ جسکی سیرت سعیِ پیہم جس کی خو ۔۔۔ بیقراری جسکی طینت جسکی فطرت پیچ و تاب

دید کے قابل جنونِ شوق کی وارفتگی ۔۔۔ چند قطرون کی جماعت اور جہانِ اضطراب

جھوم کر منبع سے نکلی ایسی لہراتی ہوئی ۔۔۔ پی کے میخانہ سے نکلے جسطرح رندِ خراب

ایک دلکش زمزمہ پیدا خرامِ شوق سے ۔۔۔ جسکی موسیقی پہ صدقے نغمۂ چنگ و رباب

جیسے پاے شوق مین چھالے پڑین اور پھوٹجائین ۔۔۔ ٹوٹتے رہتے ہین یون ہی راہ مین کتنے حباب

ایک دریا سا ابلتا آرہا ہے جوش مین ۔۔۔ جس کی کوئی حد نہین جسکا نہین کوئی حساب

جو قدم راہِ طلب مین اُٹھگیا وہ اُٹھ گیا ۔۔۔ پیچھے ہٹنا معصیت دم بھر ٹھہر جانا عذاب

جرم ہے راہِ جنون مین دوسرونکا انتظار ۔۔۔ ساتھ چلنا ہو جنھین وہ آپ ہولین ہمرکاب

خار و خس کی کیا حقیقت ہے جو آئین سامنے — کوہ بھی آئے مقابل تو رہے ناکامیاب

جس نے ٹکھائی اسکی ٹکر چور ہو کر رہ گیا — جس نے اسکی راہ روکی خود ہوا خانہ خراب

ہر قدم پر موج نے زنجیر ڈالی پانون مین — پھر بھی رقصان لے چلا خود اُسکا جوشِ اضطراب

سبزہ و گل نے قدم چومے سرِ ساحل مگر — جز تبسم کچھ نہ پایا اس خوشامد کا جواب

ہے فلک والون مین بھی دھوم اس سلوکِ شوق کی — آ کے کسبِ فیض کرتی ہے شعاعِ آفتاب

عمر گزری جادۂ اخلاص پر چلتے ہوئے — پھر بھی تھکنا کیا وہی جوشِ جنون کا ہے شباب

رفتہ رفتہ طے ہوئی آخر یہ راہِ جستجو — بحر کے آغوش مین یہ موج اب ہے کامیاب

بڑھ گیا لیکن یہان تو اور بھی جوشِ جنون — بنگیا ہے اب تو نصب العین اس کا ماہتاب

چاندنی نے ایک دن دیدہ نظر ڈالی جہان — ہوگیا سینے مین پیدا ایک جوشِ التہاب

شہسوارِ شب ہوا جسدم فلک پر جلوہ زن — جوش کہتا ہے لپک کر چوم لے اس کی رکاب

ایک حشرِ آرزو برپا ہے جانِ زار مین — جز روِ مد کہیے اسے یا ایک جہدِ انقلاب

جو دھوان اُٹھتا ہے اسکے سینۂ پرشور سے — وہ فضائے آسمان پر جا کے بنتا ہے سحاب

ابرِ رحمت بنکے پھر ہوتا ہے جب وہ شبنم بار — حسنِ فطرت کا رخِ رنگین سے اُٹھتا ہے نقاب

یا ہجومِ لالہ و گل جنتِ نظارہ ہے — یا فروغِ تاجِ شاہی ہین گہرہائے خوش آب

اک سرِ شوریدہ نے یہ حشر برپا کر دیا
ایک دیوانے نے عالم مین اُجالا کر دیا

(۲)

اے جنونِ آرزو اے جوشِ طوفانِ حیات — ایک تیرے دم سے ہے وابستہ پیمانِ حیات

زندگی شاید اسی کو سمجھے ہین اربابِ ہوش — اہلِ دل کہتے ہین جسکو داغِ دامانِ حیات

کس نے اس سادہ ورق کا زندگی رکھا ہے نام — خون کے چھینٹون سے ہے گلرنگ دامانِ حیات

فکرِ فردا ننگ ہے اربابِ ہمت کے لئے — سرفروشی ہے فقط طغرائے عنوانِ حیات

تیرے دیوانون سے آ کر لین نویدِ زندگی — جن کو اس صحرائے ہستی مین ہو ارمانِ حیات

زندگی کا راز کیا سمجھین بھلا اربابِ ہوش — بیخودی ہے اولین درسِ دبستانِ حیات

ایک مقصودِ گریزان ہو نظر کے سامنے — اور تعاقب مین دوان ہو موجِ رقصانِ حیات

جان دیکر راہِ ملت مین ملے عمرِ دوام — ہو طلوعِ صبحِ ہستی چاک دامانِ حیات

گرمیِ سعیِ طلب ہو جس زمین پر خون فشان — لہلہا اُٹھے وہان اک سنبلستانِ حیات

قطرۂ اشکِ محبت جذب ہو جس خاک مین — پھوٹ نکلے اس زمین سے موجِ عمانِ حیات

پائے سالک چھوڑ جائے جس جگہ نقشِ قدم — خود بخود پڑ جائے وان بنیادِ ایوانِ حیات

کشتگانِ عشق کا جس خاک پر ٹپکے لہو — خود بخود اُٹھے وہان سے نخلستانِ حیات

ملتِ افسردہ سے کہدے کوئی میرا پیام — زندہ رہنا ہے تو پیدا کیجیے شانِ حیات

پہلے جذبِ شوق سے دریوزۂ آتش تو کر — جل کے پھر بجھتی نہین شمعِ فروزانِ حیات

قطرۂ آبے کہ خود را غرقِ دریا می کند
در پسِ ہر مرگ صد جانِ دگر پیدا کند

باب التقریظ والانتقاد

جناب ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی، پی ایچ ڈی، پروفیسر الہ آباد

کے

تعقب و تبصرہ پر ایک تنقیدی نظر

از

مولانا اکرام اللہ خان صاحب ندوی، معاون ادبی، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس

جناب ڈاکٹر صاحب نے مولانا حاجی سید سلیمان اشرف صاحب کی نو تالیف کتاب "المبین" پر معارف کے گذشتہ نمبر میں تبصرہ فرمایا ہے، یہ طویل الذیل مضمون ۲۷ صفحہ پر ختم ہوا ہے، کیونکہ تبصرہ کے علاوہ اسمین اور کچھ بھی ہے جس کی توقع کم از کم ڈاکٹر صاحب جیسے شخص سے نہین کیجا سکتی تھی، اگر اس تبصرہ مین دل شکن استہزا سے کام نہ لیا جاتا تو اچھا تھا، ہم کوشش کرینگے کہ اپنی تنقید نفس مسئلہ تک محدود رکھین، تنقید مین ہم نے تبصرہ نگار کی ترتیب کو ملحوظ نہین رکھا ہے،

صفحہ ۳ کے ذیلی نوٹ مین ڈاکٹر صاحب ارشاد فرماتے ہین:

"امام رازی نے تفسیر کبیر کی پہلی جلد مین صفحہ ۸ سے صفحہ ۹ تک اشتقاق اکبر کا ذکر ضرور کیا ہے، مگر یہ کہین سے ثابت نہین کہ اُنھون نے اسکی صحت کو مان لیا ہے، بلکہ انھون نے اسکی خرابیون کی طرف توجہ دلائی ہے (دیکھو جلد ۱ صفحہ ۹ المسئلۃ الثانیہ) اسی طرح جلد ۱ صفحہ ۲۲ پر اس نظریہ کو "سعی باطل" اور

"عمل ضائع" کہا ہے، کہ ایک لفظ دوسرے سے مشتق کیا جائے"۔

اس کے بعد صفحہ ۲۲ پر ارشاد ہوتا ہے:۔

"سیوطی کے لفظون کا ترجمہ اوپر دیدیا گیا، خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ اشتقاق اکبر کے مقابلہ مین جس چیز کو اشتقاق اصغر کہتے ہین وہ تو ایک مستند چیز ہے مگر خود اشتقاق اکبر محققون کے نزدیک کوئی چیز نہین بلکہ وہ زبان مین فساد پیدا کرتا ہے اور اس کو عربی زبان مین تلاش کرنا ایسا ہی ہے، جیسے کوئی عنقا کی تلاش مین سرگردان رہے اور ہوا کے سوا کچھ بھی اس کے ہاتھ نہ آئے، یہ ہے "المبین" کا مبنیٰ"۔

گذارش:۔ پہلی گذارش یہ ہے کہ مسئلہ زیر بحث مین جہان تک الفاظ کا بدل کر بامعنی رہنا ہے، اس حد تک اسکی صحت کا معیار لغت کی کتابین ہین، کسی ثلاثی لفظ کو لیکر اشکال ستہ کی طرف منقلب کیجئے اس کے بعد اُن الفاظ کے معانی لغت مین تلاش کیجئے، صحیح طریق عمل یہی ہے، اس سے کیا بحث کہ متقدمین یا متاخرین نے اسکو تسلیم بھی کیا ہے یا نہین؟

اسلیے کہ یہ ظاہر ہے کہ اگر ثلاثی کے حروف کو منقلب کرین تو اسکی چھ صورتین ہونگی، واقعہ یہی ہے، خواہ کوئی مانے یا نہ مانے، آپ کسی زبان کے سہ حرفی لفظ کو لیکر دیکھ لیجئے، اب رہی یہ بحث کہ اس الٹ پلٹ کے بعد وہ بامعنی بھی رہے گا یا نہین، تو لغت کی کتابین موجود ہین، اُن مین تلاش کیجئے، اگر وہان معنی موجود ہین تو پھر کسی کے انکار کے کیا معنی؟ اور اگر نہین موجود ہین تو پھر کسی کے اقرار سے کیا حاصل؟

دوسری گذارش یہ ہے کہ "المبین" نے کہین یہ دعویٰ نہین کیا کہ اشتقاق اکبر اس بنا پر صحیح ہے کہ ابن جنی نے ایسا لکھا ہے، بلکہ اس کے ثبوت مین پینتالیس الفاظ ایسے پیش کئے ہین، جنکی چھ شکلون مین سے پانچ کے معنی معتبر ہین اور ایک کے ضائع، اس کے علاوہ سو سے زیادہ ایسے الفاظ پیش کئے ہین جنکی چھ کی چھ شکلین مستعمل و معتبر ہین، کیا اثبات دعویٰ کے لیے اتنی مثالین کافی نہین؟

تیسری گذارش یہ ہے کہ ازراہ لطف و کرم یہ فرمایا جائے کہ اعتراض دعوے کے کس حصہ پر ہے، آیا

ثلاثی کے ہر اشکال ہونے پر یا اُن کے بامعنی رہنے پر یا اس پر کہ ان اشکال ستہ مین ایک مشترک معنی پیدا نہین ہوتے، اول الذکر دو صورتون کا جواب اوپر عرض کیا گیا، لیکن اسی سلسلہ مین اس قدر اور گذارش ہے کہ چھ یا پانچ شکلون کے بامعنی رہنے کی مثالین زیادہ ہین، پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ ۴، ۳ - اور ۲ کے بامعنی رہنے کی، البتہ ایسی صورت کہ جس مین ایک ہی شکل معتبر اور بقیہ پانچ متروک و ضائع ہون، تو اس کے مواقع وہی ہین جنکو استقرار کر کے مصنف نے لکھدیا ہے (ملاحظہ ہو المبین از حصۂ آخر صفحہ ۷، و تا اوائل صفحہ ۹)

اب ان الفاظ کے علاوہ اگر کچھ اور الفاظ ایسے پیش کئے جائین جن کے ایک معنی معتبر اور پانچ ضائع ہون، اور وہ الفاظ عربی ہون تو اُن کی تعداد اتنی کم ہو گی کہ النادر کالمعدوم کے حکم مین آجائین گے،

غرض اب آخری صورت پر اعتراض کی گنجایش رہ گئی، یعنی اس امکان کی نفی کہ وہ الفاظ جو مقلوب و بامعنی ہین ان مین کسی معنی کا مشترک قرار دینا ممکن نہین، بلکہ محال ہے، یہ اس بنا پر کہ کوئی چیز بھی فرض کر لیجئے وہ ممکن ہو گی یا واجب یا ممتنع، صورت موجودہ مین امکان کی تو نفی کیگئی، تو پھر وجوب کا کوئی موقع نہین اسلیے محال ہی سمجھنا چاہیئے، لیکن باانیہمہ مصنف المبین کے دعوی کو کوئی جنبش نہین ہوئی وہ اپنی جگہ پر قائم ہے، وہ امکان کے قائل ہین، آپ امتناع کے، اگر اس معاملہ مین، مین آپکا ہم نوا بنجاؤن، جب بھی الفاظ کا مقلوب ہو کر بامعنی رہنا تو اپنے موقع پر مسلم ہے، اور جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے، لغت کی کتابین اسکی بہترین شاہد ہین، تبصرہ کے صفحہ ۱۶ سے ۲۳ تک کے متعلق اس قدر عرض کرنا کافی ہے،

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر جستہ جستہ مقامات سے المبین کے الفاظ نقل کر دیئے جائین، تاکہ جن اصحاب نے المبین کا مطالعہ نہین کیا وہ بھی یہ معلوم کر سکین کہ اشتقاق کبیر کی بحث المبین مین کیون لگئی اور مصنف کا اس سے کیا مقصد ہے؟

ملاحظہ ہو المبین صفحہ ۹۶،

"صغیر مین مادہ مشتق منہ ہے، اور دوسرے کلمات ماضی، مضارع، ظرف وغیرہ مشتق ہین لیکن کبیر

مین موضوع یعنی بامعنی ہونا بمنزلۂ مشتق منہ ہے، اور دوسرے کلمات مشتق ہین، گویا صغیر مین اشتقاق حقیقی معنی مین مستعمل ہوا ہے اور کبیر مین معنی اصطلاحی جس کا مقصد یہ ہے کہ جب حروف کی ترکیب و ترتیب اس مرتبہ تک پہنچ جائے کہ اُسکی دلالت کسی معنی پر ہوتی ہو تو اب اگر ان حرفون کی ترتیب بدل بھی جائے تو وہ لفظ تبدیل شدہ مہمل نہ ہوگا، بلکہ اس کا بامعنی و موضوع ہونا ایسا مستحکم ہو گیا ہے کہ اب بھی کسی معنی پر اسکی دلالت ہو رہی ہو گی، تبدیلِ ہیئت سے تبدیلِ معنی البتہ ہو گا، لیکن یہ نہین ہو سکتا کہ ایک لفظ موضوع بامعنی ہیئت کے بدل جانے سے بے معنی و مہمل ہو جائے، اشتقاق صغیر مین مشتق منہ کے معنی سارے مشتقات مین جیسا کہ مشترک ہوتے ہین، ایسی ہی اشتقاق کبیر مین مطلق بامعنی ہونا سب مین مشترک ہو گا"

اس کے بعد مصنف نے لفظ قمر کی اشکال ستہ کو بامعنی دکھا کر ان پانچ مواقع کا ذکر کیا ہے، جہان الفاظ کی تقلیب یا تو ہوتی نہ ہو گی یا شکل تقلیبی مقبول نہ ہو گی اور بعد بیان مواقع خمسہ یہ لکھا ہے،

"بجز ان پانچ مواقع کے ہر صورت مین لفظ چھ شکل اختیار کریگا، اور بامعنی رہیگا، پھر ان سب کے ایسے معنی قرار دیئے جائین گے جو ہر ایک مین مشترک ہون"

یہ مسئلہ ابھی گذر چکا کہ اشتقاق کا صحیح مصداق فی الحقیقت اشتقاق صغیر ہی ہے اسلئے کہ یہان ایک مادہ سے دوسرا کلمہ ماخوذ ہوتا ہے، لیکن اشتقاقِ کبیر مین کسی ایک کو دوسرے سے نہ مشتق کہہ سکتے نہ باعتبار واقع وہ مشتق ہے، اس لیے کہ قمر نہ رقم سے ماخوذ ہے، نہ رقم، قمر سے بنایا گیا ہے، ان مین سے ہر ایک اپنی مستقل ہستی رکھتا ہے"

اب صفحہ ۱۰۸ ملاحظہ کیجئے، صاحب المبین لکھتے ہین :-

"اس ذیل مین بظاہر مین نے ۲۳ مادون کی شکل بدل کر دکھائی ہے لیکن فی الحقیقت کچھ کم دو سو الفاظ ایسے لکھ دیئے ہین کہ جنمین اشتقاق کبیر جاری ہے، اسلئے کہ اگر قمر کی چھ شکلین ہوتی ہین تو

اسکی کوئی وجہ نہین جو رقم کی چھ شکلین نہ کیجائین یار مق کے متعلق یہ دعوی نہ کیا جائے ،
یا یسلیے کہ باعتبار واقعہ اشکال ستہ مین سے نہ کوئی ماخذ و مشتق منہ ہے نہ کوئی ماخذ مشتق، اس لوٹ
پھیر سے صرف اس امر کی طرف رہنمائی منظور ہے کہ لفظ موضوع کا عربی زبان مین پایہ کتنا
بلند و مستحکم ہے"

اب صفحہ ۱۱۱ دیکھئے،

"وجوہ ثمثہ کی طرف توجہ دلانے سے مقصد یہ ہے کہ اشتقاق کبیر کا قاعدہ اپنی جگہ پر صحیح ہے
کثیر تعداد الفاظ کی تو ایسی ہی ہے، جو اشکال ستہ قبول کرتی ہین، اور ان کے معانی لغات متداولہ
مین پائے بھی جاتے ہین، لیکن ایسے الفاظ بھی ہین جنکی پانچ یا چار شکلین ہین، بقیہ دو یا ایک
شکل کے معنی لغت مین موجود نہین لیکن باعتبار واقعہ بے معنی وہ بھی نہین ہین، ان کی طرف
توجہ یون نہ ہوئی کہ اسی معنی مین ان سے فصاحت مین بلند مرتبہ لفظ موجود تھا، ہمیشہ قاعدہ اور
ضابطہ مین کثرت کا لحاظ کیا جاتا ہے، قلیل تعداد شاذ و نادر کے ذیل مین آجاتی ہے"،

اب اسی سلسلہ مین صفحہ ۱۱۴ بھی پڑھ لیجئے، جہان رباعی و خماسی سے اشتقاق کبیر پر بحث کی گئی ہے،
ثلاثی کے جملہ کلمات مین اشتقاق کبیر کا عمل ہوگا، اور کثیر اشکال کے معنی لغات متداولہ مین ملجائینگے
تقریباً سو مین ۵۰، لیکن رباعی کی شکلین بیس ہونگی، اور خماسی کی ایک سو بیس، مگر رباعی کی
اشکال مقلوبہ کثرت سے متروک ہونگی ا یا پانچ، چھ اور سات شکلون سے زیادہ کے معنی نہ ملینگے،
خماسی کی یہ حالت ہوگی کہ بمشکل دو ایک صورتین مستعمل المعنی ہون، یہان سب کی سب متروک
ہونگی، اس ترک کی بھی علت وہی ہے کہ عرب زیادہ حروف سے کلمات کا ترکیب دینا سہولت
ادا کے منافی جانتے ہین، اگر خماسی اور رباعی کی کل اشکال مقبول و مستعمل ہوجاتین تو چند ہی الفاظ
مقلوب سے رباعی اور خماسی کا ذخیرہ ہوجاتا اور اس کثرت سے زبان کی نفاست مین فرق آجاتا

اسی وجہ سے مصادر اور افعال کا خماسی وزن ہی نہین آتا یعنی کوئی مصدر اور فعل ایسا نہ ہوگا جس کے
حروف اصلیہ پانچ ہون"

ان مندرجہ بالا عبارات کے نقل کرنے کے بعد یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ المبین نے یہ کہان کہا ہے کہ اشتقاق
کبیر حقیقی معنی مین اشتقاق ہے؟ نیز یہ کہان کہا ہے کہ اشکال مقلوبہ مین باہم مشتق اور مشتق منہ کی نسبت ہے، بلکہ
ہر جگہ اس کی نفی کی ہے، اور بار بار صاف و واضح الفاظ مین ماخذ، ماخوذ یا مشتق و مشتق منہ کہنے سے انکار کیا ہے
جیسا کہ صفحہ ۹۶ و ۹۸ و ۱۰۸ کی منقولہ عبارتون سے واضح ہوا،

البتہ یہان یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب الفاظ مقلوبہ مین مشتق و مشتق منہ کی نسبت نہین تو پھر اس بحث
سے کیا فائدہ؟ اس کا جواب مصنف المبین کے الفاظ مین یہ ہے کہ "اس لوٹ پھیر سے صرف اس امر کی طرف رہنمائی
منظور ہے کہ لفظ موضوع کا عربی زبان مین پایہ کتنا بلند و مستحکم ہے"، صفحہ ۱۰۸ کی عبارت منقولہ کے سلسلہ مین یہ فقرہ اوپر
آچکا ہے،

علامہ سیوطیؒ کی تحقیق

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اشتقاق کبیر کے بیان کرنے کے بعد الفاظ مقلوبہ کو مشتق و مشتق منہ
قرار دینے اور اس بحث مین لفظ اشتقاق کو حقیقی معنی مین لیکر قاعدۂ اشتقاق کو جاری کرنے مین جو خرابیان ہین
بے شبہ ان کو مدلل و مفصل طریقہ سے بیان کیا ہے، لیکن المبین کی عبارتین نقل کر دینے کے بعد اب یہ کہنے کی حاجت
نہین کہ سیوطی کا یہ بیان درحقیقت مصنف المبین کی تائید ہے اور تائید بھی مدلل،

البتہ اگر سیوطی اشکال ستہ کا انکار کرتے، یا یہ کہتے کہ الفاظ مقلوب ہو کر بے معنی ہو جاتے ہین، یا یہ کہتے کہ
الفاظ کا بدلنے کے بعد با معنی رہنا کچھ عربی زبان کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ دوسری زبانون مین بھی ایسا ہوتا ہے
یا یہ کہتے کہ لفظ بدل کر اگر با معنی رہ جائے تو لفظ معنی دار کے لیے یہ رزانت و استحکام کی دلیل نہین تو البتہ مصنف
المبین یا ابن جنی کا رد و ابطال ہوتا،

صاف ظاہر ہے کہ علامہ سیوطی کا مقصد یہ ہے کہ اشتقاق صغیر تو حقیقی معنی مین اشتقاق ہے اس لیے قدما نے

اسے اختیار کرکے اس کے لیے قواعد وضوابط بنائے، رہا اشتقاق کبیر وہ چونکہ حقیقی معنی مین اشتقاق نہین اسلیے یہان اشتقاق کا قاعدہ جاری کرنا اور اس سے مقصد حاصل کرنا عنقائے مغرب کی جستجو ہے، اس ساری بحث کے مطالعہ سے بخوبی ظاہر ہوجاتا ہے کہ جو کچھ مصنفِ المبین نے کہا ہے، علامہ سیوطی بھی وہی کہتے ہین،

امام رازی کا بیان تفسیر کبیر جلد اصفحہ ۱۰۹ مسئلہ ثانیہ

امام رازی نے یہ بیان کیا ہے کہ اشتقاق اصغر تو سہل ہے معتاد ہے مالوف ہے، لیکن اشتقاق اکبر صعب ہے دشوار ہے اور اس کے وجوہ وہی بیان کیے ہین جو صاحب المبین نے لکھے ہین، مثلاً خماسی کی شکلون کا خال خال بامعنی ہونا، رباعی کی اشکال مین بامعنی کم اور متروک وضائع زیادہ وغیر ذلک، پھر ثلاثی کی چھ شکلون مین سے بعض کا متروک ہونا، جیسا کہ المبین نے بھی لکھا ہے، لیکن اسکی خرابیون کا کہین ذکر نہین، دشواری اور خرابی ہم معنی نہین، لیکن ان دشواریون کے تذکرہ کے باوجود امام رازی لکھتے ہین: ومع ذلك فان القدر الممکن منه هو الغاية القصوى فی تحقیق الکلام فی المباحث اللغویة یعنی باوجود ان دشواریون کے جس قدر بھی ازروے اشتقاق اکبر ممکن ہو وہ لغوی مباحث مین کلام کی تحقیق کا انتہائے کمال ہے،،

اس فیصلہ کے بعد مسئلۂ ثالثہ مین لفظ کلمہ، مسئلہ سادسہ مین لفظ قول، مسئلۂ سابعہ مین لفظ لغت، مسئلہ تاسعہ مین لفظ عبادت ان سب کا اشتقاق کبیر کرکے اپنے فیصلہ پر شہادت پیش کردی ہے، لطف یہ کہ مسئلۂ سابعہ مین ابن جنی کی اس فروگذاشت کا تذکرہ کیا ہے کہ اس نے لفظ لغت کا اشتقاق کبیر کرکے معنی نہ بتائے "قلت ابن جنی قد اعتبر الاشتقاق الاکبر فی الکلمة والقول ولم یعتبرہ هنا مع حصول فیها" یعنی مین کہتا ہون کہ ابن جنی نے اشتقاق اکبر کا کلمہ اور قول مین تو اعتبار کیا، اور یہان یعنی لفظ لغت مین اس کا اعتبار نہ کیا حالانکہ وہ یہان حاصل ہے،

مباحث لغویہ مین غایۃ قصوی کہنا، پھر چار لفظون کا اشتقاق اکبر کرنا، الفاظ مقلوبہ مین معنی مشترک قائم کرنا، ابن جنی کی فروگذاشت پر توجہ دلانا کیا خرابیون کا اظہار کرنا ہے ؟

تفسیر کبیر امام رازی جلد اصفحہ ۲۳

اس باب کو کوئی تعلق اشتقاق صغیر اور اشتقاق کبیر سے نہین ہے، یہان اسم جنس اور اسم مشتق کے احکام مذکور ہین، ان کے الفاظ یہ ہین :-

أسماء الاجناس سابقة بالرتبة علی الاسماء المشتقة لان الاسم المشتق متفرع علی الاسم المشتق منه فلو کان اسمه ایضا مشتقا لزم اما التسلسل والدور وهما محالان فیجب الانتهاء فی الاشتقاقات الی اسماء موضوعة غیر جامدة فالموضوع غنی عن المشتق والمشتق محتاج الی الموضوع فوجب کون الموضوع سابقا بالرتبة علی المشتق ویظهر هذا ان هذا الذی یعتادہ اللغویون والنحویون من السعی البلیغ فی ان یجعلوا کل لفظ مشتقا من شیٔ آخر سعی باطل وعمل ضائع،

اس کا ماحصل یہ ہے کہ اسمار مشتقات کی انتہا اگر اسم جامد پر نہ ہو بلکہ جامد کو بھی کسی کا مثل اسم مشتق کے مشتق کیا جائے تو یا دور لازم آئیگا یا تسلسل اور یہ دونون محال، پس مشتق کا جامد پر منتہی ہوجانا ضرور ہے اور نحویون ولغویون کا ہر لفظ کو کسی دوسرے لفظ سے مشتق بنانا سعی باطل وعمل ضائع ہے،

تبصرہ کے صفحہ ۴۴ پر دوسری بحث کا آغاز ڈاکٹر صاحب نے اسطرح کیا ہے :-

"چھٹے باب کے دوسرے نصف مین (ص ۱۱۴-۱۳۲) معرب ودخیل کی بحث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے یہ سمجھ لیا ہے کہ کسی زبان مین دوسری زبانون کے لفظون کا داخل ہوجانا اس کے لیے ننگ وعار کا باعث ہے، مین بادب ان کی خدمت مین پھر ایک بار عرض کرنا چاہتا ہون کہ یہ میدان مطالعہ اور غور وفکر کا ہے، نہ کہ متعصبانہ مناظرہ کا اس مین کے بعض فقرے ملاحظہ ہون"۔

"اس زمانہ تک کہ اہل مشرق کے قوائے دماغیہ یورپ کی غلامی سے آزاد تھے کسی فرد واحد کو اس کہنے کی جرأت نہ ہوئی کہ عربی زبان غیر عربی زبانون سے مستعار الفاظ لیکر بنی ہے" الخ،

ان پرجوش فقرون کے استعمال کی حاجت مصنف کو ہرگز نہ ہوتی، اگر انھون نے سیوطی کے یہ الفاظ پڑھے ہوتے الخ"

اس کے جواب مین گذارش ہے کہ تفسیر کبیر اور المزہر مین جو کچھ بھی ہے، اس کا فیصلہ تو عربی دان ہی کر سکتے ہین، اور وہ بھی اُس وقت جب یہ کتابین اُن کے پیش نظر ہون، لیکن یہان خود ڈاکٹر صاحب نے مصنف المبین کے جو الفاظ نقل فرمائے ہین، وہی بحث کا تصفیہ کرنے کے لیے کافی ہین یعنی مصنف المبین عربی زبان کا غیر زبانون سے بنا تسلیم نہین کرتے ہین نہ یہ کہ غیر زبان کا کوئی لفظ عربی زبان مین نہین ہے، اس کے متعلق مین کچھ نہین جانتا کہ مصنف المبین کا مطالعہ کس حد تک وسیع ہے، البتہ یہ جانتا ہون کہ جناب ڈاکٹر صاحب نے المبین کا غور سے مطالعہ نہین فرمایا ورنہ کم از کم یہ اعتراض تو نہ کرتے،

مزید اطمینان کے لیے مین المبین (صفحہ ۱۱۶) سے عبارت کا ایک ٹکڑا نقل کرتا ہون جس سے بخوبی واضح ہو جائیگا کہ اس کے متعلق مصنف المبین کا کیا خیال ہے، وہ لکھتے ہین:-

"واقعہ یہ ہے کہ کسی زبان مین غیر زبان کا لفظ پایا جانا اور کسی زبان کا کسی زبان سے ماخوذ ہونا یہ دونون حقیقتین جداگانہ ہین، بے شک عربی زبان مین بعض عجمی الفاظ مستعمل ہین، اسے ہر شخص جانتا ہے یہ کوئی نئی تحقیق ہے نہ انوکھی بات، نحو میر پڑھنے والا بھی جو سلسلۂ نحو کی محض ابتدائی کتاب ہے یہ جانتا ہے کہ منجملہ اسباب منع صرف عجمہ بھی ایک سبب ہے، اگر عربی مین کوئی لفظ عجمی مستعمل نہ ہوتا تو عجمہ کو منع صرف کا سبب کیون قرار دیتے، لیکن اس سے یہ نہین لازم آتا ہے کہ خود عربی الفاظ بھی عجمی الفاظ سے ماخوذ و منقول ہین، یا اصطلاح یا دکھی جائے کہ عربی کے سوا کل زبانون کو عجمی کہا جاتا ہے خواہ عبرانی ہو یا سریانی انگریزی یا جرمنی سو عربی کے جو زبانین ہین وہ سب عجمی ہین"

اس عبارت کو پڑھنے کے بعد المبین کی وہ عبارت پڑھیے جو ڈاکٹر صاحب نے نقل کی ہے کیا اس کے بعد بھی ڈاکٹر صاحب کا یہ بیان لائق تسلیم ہے کہ

"مصنف المبین نے یہ سمجھ لیا ہے کہ کسی زبان مین دوسری زبانون کے لفظون کا داخل ہو جانا اس کے لیے ننگ و عار کا باعث ہے"

اس امر کا فیصلہ اب ناظرین کے ہاتھ ہے،

ڈاکٹر صاحب تبصرہ کے صفحہ ۵ پر ارشاد کرتے ہین:-

"صفحہ ۱۲ سے صفحہ ۲۲ تک صفات حروف پر بحث ہے، اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کیگئی ہے کہ عربی زبان کی ہر منفرد آواز بھی ایک معنی پر دلالت کرتی ہے، اس بحث مین اس قدر مبالغہ سے کام لیا گیا ہے کہ عربی زبان بالکل ایک مصنوعی چیز معلوم ہوتی ہے":-

اس کے بعد صفحہ ۷ پر ارشاد ہوتا ہے،

"تعجب کی بات ہے کہ سیبویہ ایسے محقق کو ذرا تنبہ نہ ہوا کہ آوازون کی صفات کے وہ جو نام رکھے ہین وہ ان لفظون کے معنون کی طرف رہبری کر رہے ہین، جنھین وہ آوازین اگتی ہین، عربی لغت کی اس انجوبہ خصوصیت کو سیبویہ نے نہین پہچانا تو خیر، اس کے استاد خلیل عروضی نے شعر کی لے کو تاڑ کر بحرین تو قائم کر دین مگر حرفون کے نغمون کو وہ بھی نہ پہچان سکا"

ڈاکٹر صاحب کے اس بیان کے متعلق بادب گذارش ہے کہ مصنف المبین نے تو صاف لکھدیا ہے کہ اسکی بنیاد سیبویہ و خلیل ہی نے رکھی ہے، ملاحظہ ہو،

"جب برکات اسلام نے اس بحر فیض کی لہرون کو عجمیون تک پہنچایا اس وقت اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اہل عجم کو درس عربی کے ساتھ زبان کے اس نظم و خوبی کو بھی سمجھایا جائے، چنانچہ سیبویہ و خلیل نے اس تعلیم کی بنیاد رکھی، ابن جنی نے اس پر ایک عمارت تعمیر کی جسے جلال الدین سیوطی کی توضیح و تشریح نے نگارستان بنا دیا" (المبین صفحہ ۳)

مصنف المبین کے بیان کی تصدیق ملاحظہ ہو،

"وقد عقد ابن جنی فی الخصائص باباً لمناسبة الالفاظ للمعانی وقال هذا موضع شریف نبّه علیه الخلیل وسیبویه وتلقته الجماعة بالقبول الخ (المزهر علامه سیوطی ج ۱ صفحه ۲۱)

اور ملاحظہ کیجئے امام رازی (المسئلۃ التاسعۃ والعشرون مین) اس مسئلہ مین چند الفاظ خصائص کے لکھ کر فرماتے ہین :-

"و بھذا الباب امثلۃ کثیرۃ ذکرھا ابن جنی فی الخصائص (تفسیر کبیر امام رازی جلد ۱ صفحہ ۱۲)

یعنی اس باب مین جو مسئلہ مذکور ہوا، اسکی مثالین بہت ہین جسے ابن جنی نے خصائص مین لکھا ہی"

اب ذرا خصائص کا بیان بھی سُن لیجئے، ابن جنی (باب فی امساس الالفاظ اشباہ المعانی) مین سیبویہ و خلیل کے بتائے ہوئے اصول کو بنیاد قرار دیکر اور نہایت تفصیل و وضاحت سے قریباً ۱۶ صفحون مین گوناگون مثالون سے اس حقیقت کو سمجھا کر کہتا ہے :-

"و من ذلک قو لھم خضم و قضم فالخضم لاکل الرطب کالبطیخ والقثاء و القضم للصلب الیابس فاختار والخاء لرخاو تھا للرطب والقاف لصلابتھا للیابس الخ ملخصاً خصائص ابن جنی جلد اول صفحہ ۵۴۹"

یعنی اگر نرم چیز مثل خربزے و ککڑی کے کھائین تو اسے خضم کہین گے اور اگر خشک و سخت چیز ہی تو قضم کہین گے، خا، صرف رخوہ ہے اور قاف شدیدہ، اور یہ ظاہر ہے کہ رخوہ کی مناسبت نرم و تازہ سے ہے اور قاف کی صلابت خشک و سخت سے،

مصنف المبین نے صفحہ ۳۱ و ۳۲ مین جو الفاظ اور اُن کے معانی کی مناسبت بیان کی ہی، وہ سب خصائص مین، المزہر مین اور بعض تفسیر کبیر مین موجود ہین، خصائص مین ان کے سوا اور بھی مثالین ہین اور بہت ہین،

ہان یہ ضرور ہے کہ ان مثالون کو دیکھکر مصنف کے استقرار نے ایک قاعدہ کی صورت سہولت مشق کے خیال سے بنا کر پیش کر دی "اب عرض ہے، کہ اگر سیبویہ و خلیل نے کوئی بنیاد اسکی نہین رکھی تو غلط انتساب کا الزام ابن جنی پر ہے پھر اس غلط انتساب کو نہ فخر الدین رازی نے جانا نہ سیوطی نے

ان دونون کے بعد کسی تیسرے کا نام لینا کیا ضرور ہے؛ اسکے بعد ڈاکٹر صاحب تبصرہ کے ص پر ارشاد فرماتے ہین :-

"تفشی کے جو معنی سیبویہ نے لیے ہین وہ آواز کے بھرپور ہونے کے ہین اور یہ صفت محض "ش" مین نہین بلکہ "ر" "م" بھی بتائی ہی، علاوہ اس کے خود شین کی صفت علاوہ تفشی کے رخاوہ بھی بتائی ہی پس "ش" کو خاص کر تفشی کہنا (المبین صفحہ ۱۶) درست نہین "

اس کے متعلق گذارش ہے کہ مخارج و صفات سے بحث کرنا درحقیقت فن تجوید و قرأت کا موضوع ہی، صرف کی کتابون مین عموماً اور بعض نحو و لغت کی کتابون مین بھی اس سے بحث کیجاتی ہے، لیکن یہان قواعد کا استقصا نہین کیا جاتا، مناسب تو یہ ہے کہ صفات و مخارج حروف کے متعلق جو کچھ کہا جاے وہ ہمیشہ تجوید کی مستند کتابون سے کہا جائے یا اگر صرف و لغت ہی کی کتابون سے کہنا ہے، تو اس مقام کا حوالہ دینا چاہیے؛ جہان صفات کا بیان ہو، اور عام کے قواعد سے صفاتِ حروف ثابت کرنا اصل مسئلہ کو مدغم کر کے کھو دینا ہے،

ڈاکٹر صاحب تفشی کے معنی "بھرپور" فرماتے ہین، اور المبین مین "پھیلنا و بکھرنا" لکھا ہی، جب دونون نے لفظ کے معنی جدا جدا لیے ہین تو پھر اعتراض کہان رہتا ہے؛ لفظ "زید" کو صرفی معتل کہے گا اور نحوی صحیح؛ اسلئے کہ دونون کے یہان صحیح کے معنی مختلف ہین، فلسفی جب بالفعل کہے گا تو یہ لفظ بالقوہ کا مرادف سمجھا جائیگا، جس سے زمانہ حال مراد ہوگا، لیکن منطقی جب کہے گا تو اس سے مراد تین زمانون مین سے کوئی ایک یعنی ماضی، حال، استقبال، منطقی کلمہ کہے گا اور اس سے مراد فعل ہو گا یعنی اسم و حرف کا قسیم، لیکن نحوی کلمہ کہیگا اور اس سے مراد لفظ مفرد بامعنی ہو گا جس کی قسمین اسم، فعل و حرف ہین، غرض اعتراض تو جب ہوتا جبکہ دونون لفظ تفشی کو ایک ہی معنی مین لیتے،

غرض لفظ تفشی کے جو معنی "المبین" نے بتائے ہین وہی قرأ اور مجودین مین معتبر ہین، لغت کی کتاب لسان العرب جس کا حوالہ دینے کی ڈاکٹر صاحب کو عادت ہے، اس نے بھی یہی معنی بتائے ہین مثلاً "انتشر، ذاع، عم" بھرپور کا پتہ کہین سے نہ چلا۔

نہین معلوم ڈاکٹر صاحب نے یہ کہان سے فرمایا کہ

"تفشّی کے جو معنی سیبویہ نے لیے ہین وہ آواز کے "بھرپور" ہونے کے ہین"

آیا یہ معنی لغت کی کتابون مین ہین، یا سیبویہ نے کہین اسکی تشریح کی ہے، یا جناب ڈاکٹر صاحب کا اجتہاد ہے، مین باادب عرض کرونگا کہ تفشّی کے معنی "پھیلنا بکھرنا" ہی ہین، قاعدہ ادغام کی جو عبارت ڈاکٹر صاحب نے نقل فرمائی ہے، وہان بھی یہی معنی ہین، تفشّی کے معنی بھرپور کہنا گویا سیبویہ کے متعلق یہ کہنا ہے کہ صفاتِ حروف کا یا تو اُسے علم نہ تھا، یا حروف کو صفات کے ساتھ ادا کرنے پر قادر نہ تھا،

آخر مین اطلاعاً یہ عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ المبین کے صفحہ ۱۶ پر جو صفات حروف دیگئی ہین وہان شاید آپ نے الفضا کی قائم مقام علامت کو نفی کی علامت سمجھ لیا، جو بشکل دو زبر (ــً) اس بات کی علامت ہے کہ صفت حرف مین بھی ہے" اب ذرا اسکو علامتِ اثبات سمجھ کر ملاحظہ کیجیے، پھر دیکھئے کہ اعتراض رہا یا گیا، اگر ڈاکٹر صاحب ممدوح صفحہ ۱۶ کی اس علامت کو ذرا غور سے ملاحظہ فرمالیتے تو نہ دو صفحے لکھنے کی جناب ممدوح کو ضرورت ہوتی اور نہ اس خاکسار کو،

تبصرہ کے صفحہ ۷ کے آخر اور شروع مین ارشاد ہوتا ہے :-

"تیسرے باب مین یہ دعوی کیا گیا ہے کہ ہر ثلاثی مادّے کے پہلے دو حرفون (یعنی ف اور عین کلمے) کی صوتی صفات کے لحاظ سے مادہ کے معنی معین ہوئے ہین"

پھر اسی صفحہ کی اخیر اور ۸ کی ابتدائی سطر مین تحریر فرمایا ہے :-

"قبل اس کے کہ مین ان لفظون کے معنون کی تشریح کرون یہ عرض کر دینا ضروری جانتا ہون کہ جب کسی لفظ کی اصل کی تحقیق کیجاتی ہے تو اس کے ابتدائی مفہوم سے بحث کیجاتی ہے، اور مرادی یا تشبیہی معنی یا وہ معنی جو بعد کو پیدا ہوئے ہین، بحث سے قطعاً خارج کر دیئے جاتے ہین"

جن اصحاب نے المبین کا مطالعہ نہین کیا ان کا تو ذکر نہین، لیکن جس کے سامنے المبین موجود ہے وہ کیونکر تسلیم کرے گا کہ مصنف المبین نے یہ دعوی کیا ہے کہ صوتی صفات کے لحاظ سے مادّے کے معنی متعین ہوئے ہین، ملاحظہ ہو

"اقسام صفات سے علاوہ ان دو خصوصیتون کے جنکا تعلق ادائے حروف کے ساتھ ہے، ایک عجیب فائدہ علمیہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر اس لفظ کے صحیح ادا کرنے مین اسکی ہیئت صوتی کی صحت پر خاص لحاظ رکھا جائے اور سامع بغور اس صحیح تلفظ کی سماعت کرے تو نوعیتِ معنی کا ایک خاکہ سامنے آجاتا ہے" (المبین صفحہ ۱۶)

نتیجہ حکایت صوتی معنی کا خاکہ سامنے لائی اُس کے معنی متعین نہین کیے،

اور ملاحظہ ہو،

"الفاظ کی اپنے معانی پر اس طرح دلالت کہ لفظ کے پہلے حرف نے معنی کے اعراض اولی و ثانوی کو ظاہر کر دیا ہو، پھر ترتیب و ترکیب حروف نے اس کے مرتبۂ فصاحت کی خبر دیدی ہو یہ کمال صرف عربی زبان ہی کا خاصہ ہے" (المبین صفحہ ۳۰)

نتیجہ حروف کی دلالت اعراض پر ہے معنی متعین نہین کرتے،

اب تیسرا باب ملاحظہ ہو یعنی ترکیب حروف کا اثر تقریب معنی پر (صفحہ ۳۴)

"اس بحث کے بعد اب ایک قدم آگے بڑھا کر الفاظ عربیہ کی اس خصوصیت کا مطالعہ کرنا ہے کہ دو حرفون کی باہمی آمیزش کیونکر لفظ کے معنی کو قریب و قرین کرتی ہے،

لفظ کا پہلا حرف معنی کے عوارض پر کیونکر دلالت کرتا ہے، اس کے لیے اس حرف کے کل صفات کا محفوظ رکھنا ضروری ہے، لیکن جب کسی کلمہ کے دو حرفون کو باہم ملا کر یہ دیکھنا چاہین کہ اس تشکل ترکیب نے معنی کے کس پہلو کو روشن کیا تو وہان حروف کی انفرادی صفات کا لحاظ نہ ہوگا بلکہ ان دونون کی آمیزش سے اب جو ایک مزاج ترکیبی پیدا ہوا ہے، اسے دریافت کر کے معنی کے ساتھ اسکو تطبیق دین گے" (المبین صفحہ ۳۴)

نتیجہ (۱) معنی کو قریب و قرین کرتا ہے (۲) عوارض پر دلالت کرتا ہے (۳) معنی کے ساتھ تطبیق دینگے، کہین مصنف نے یہ نہین لکھا کہ صوتی صفات کے لحاظ سے مادہ کے معنی متعین کرینگے، سینکڑون مثالین جو اپنے اُنے

موقع پر پیش کیگئی ہین وہان بھی اسی کا اظہار ہے کہ اس لفظ کے جو معنی قرار دیے گیے ہین اس مین یہ سِر ہے یہ علت ہے

اب نہ رہا مگر ایک ضعیف شبہ یعنی یہ کہ کیا کسی نے یہ لکھا ہو کہ دو حرف ن کی آمیزش معنی کی طرف رہنمائی کرتی ہے،

اس کے متعلق صرف یہ کہدینا کافی ہے کہ اگر یہ نہ ہوتا تو جرجی زیدان کو یہ کہنا کہ عربی مین مادہ دو ہی حرف کا ہوتا ہے،

ثلاثی بھی فی الحقیقت ثنائی ہے مغالطہ دینے کا موقع نہ ملتا، سردست ناظرین کے خیال سے دو حوالے پیش کئے جاتے ہین

حضرت مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی نے تاسیس ندوۃ العلماء کے موقع پر ایک رسالہ "التنظیم لنظام

التعلم والتعلیم" تحریر فرمایا تھا اس کے صفحہ ۵ پر فرماتے ہین:-

"پھر بعض امور کلیہ ہین اہل لغت کے نزدیک کہ ان کا جاننا ضروری ہے جس سے بیشتر لغات کے

معنی معلوم ہو جاتے ہین مثلاً جس لفظ کے اول مین "ن" اور "ف" ہو وہ ذہاب پر دلالت کریگا

جیسے نفی، نفق، نفر، نفد نفذ وغیر ذلک، التنظیم"

اور ملاحظہ ہو،

"ان الجیم والنون مدلان ابدًا علی الستر تقول العرب للدرع جنۃ واجنۃ اللیل

وھذا جنین ای فی بطن امہٖ" (المزہر جلد ا صفحہ ۲۰۰)

یعنی بے شک "ج" اور "ن" ہمیشہ پوشیدگی پر دلالت کرتے ہین عرب زرہ کو جُنۃ کہتا ہے، اور رات

ہو جانے کو اجنۃ اللیل اور پیٹ مین جو بچہ ہے اسے جنین کہتا ہے"،

علامہ سیوطی نے مثال مین وہ لفظ پیش کیا جس کا تیسرا حرف بھی نون ہے کیونکہ نون کا نون مین ادغام

پوشیدگی کو اور عیان کر دیتا ہے اگر تیسرا حرف سوائے نون کے اختیار کرتے تو سمجھنے والے کو ذرا غور و تامل کرنا

پڑتا اور شاید کوئی کہہ اٹھتا کہ معنی مین کھینچ تان ہے، بہرحال اس بارہ مین اس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت

نہین، ارباب ذوق خود غور کرکے فیصلہ کرین،

ہان اس قدر اور عرض کیا جاتا ہے کہ جب کسی لفظ کی اصل کی تحقیق کیجاتی ہے تو اس کے ابتدائی مفہوم سے

بحث کیجاتی ہے لیکن یہان لفظ کی اصل کی تحقیق نہین ہے، اسے تو محققین تحقیق کر چکے، یہان تو یہ بتانا ہے کہ اس معنی

کے لیے یہ لفظ کیون وضع کیا گیا، مثلاً نرم و تازہ چیز کے لیے خضم اور خشک و یابس کے لیے قضم کیون مقرر ہوا اگر

اس کا برعکس ہوتا تو کیا ہوتا، اس تعلیل و توجیہ کے لیے صفاتِ حروف کی دلالت جو عوارض معنی پر ہو رہی ہے بہترین توجیہ و تعلیل ہے

اب صرف تبصرہ کے ایک حصہ کے متعلق کچھ عرض کرنا اور باقی ہے، المبین کی اس قدر عبارت کہ ہمزہ و

با جب کسی کلمہ مین جمع ہونگے تو اس کے معنی مین دوری یا جدائی، یا تنافر و توحش کا مضمون ہوگا، نقل کرنے کے

بعد ڈاکٹر صاحب کا ارشاد ہوتا ہے کہ

"ابد کے ابتدائی معنی "دہر" یا بہت طویل زمانے کے ہین اور اس مین دوری ضرور ہے، اگر جانور

کے بھڑکنے کے معنی بعد کے ہین"،

ملاحظہ ہو،

(۱) "ابد، دہر، دائم" اور تابید ہمیشہ (کسی جگہ رہنا) "ابد بالمکان" وہ ایک ہی جگہ رہا، وہان سے ٹلا نہین

(۲) "ابدت البھیمۃ" جانور نے وحشت دکھائی، (جانور کو) نر ہو تو آبد اور مادہ ہو تو آبدۃ کہتے ہین،

اور کہا جاتا ہے کہ یہ نام یعنی آبد یا آبدۃ (جانور کو) اسلیے دیا گیا کہ اس کا توحش ہمیشہ باقی رہتا ہو، چاہے کتنا ہی سدھایا جائے)

لسان العرب کی اس تشریح کے بعد تو کوئی شبہہ نہین رہا کہ اس لفظ کے ابتدائی معنی توحش کے نہین

ہین، بلکہ ہمیشگی کے ہین، پھر اس مین وہ خاصیتین کہان جس کے لیے مصنف المبین اسے بحث مین لائے ہین

اس کے متعلق عرض ہے کہ مصنف المبین نے ابد کے معنی لکھے ہین "وحشت کھائی بھاگا" معنی ابتدائی

بیشک نہین لکھے اس سے مصنف کی نظر کا قصور تو ضرور ثابت ہوا، لیکن قاعدہ تو مضبوط و مستحکم ہوگیا، اسلیے کہ

ابتدائی معنی دہر یا بہت طویل زمانہ کے ہین اور اس مین "دوری ضرور ہے" یہ الفاظ تو ڈاکٹر صاحب ہی کے ہین، اور

صاحب المبین نے بھی یہی کہا تھا (المبین صفحہ ۳۶) کہ دوری یا توحش کے معنی ہون گے یہان توحش نہ سہی دوری تو ہے

صفحہ ۱۱ کے اخیر مین ارشاد ہوتا ہے:-

۰ ابۃ کے معنی ہین (کسی چیز کو) یاد کیا، بھولی ہوئی چیز کو یاد کرلیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مصنف نے اپنے دعویٰ
کی دلیل مین ابہ عن الشئ کو پیش کیا ہے اس پر کئی اعتراض وارد ہوتے ہین،
پہلے یہ کہ اس کے جو معنی مصنف نے لکھے ہین وہ ابہ عن کے نہین ہین بلکہ تابہ عن کے ہین ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ دوسرے یہ کہ ابہ اور تابہ دونون ثلاثی مزید فیہ سے ہین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ثلاثی مجرد کو پیش کرنا چاہیے،
تیسرے یہ کہ عن نے فعل کے معنون کو متناقض کردیا، عربی کا مبتدی بھی جانتا ہے کہ اکثر فعلون
کا صلہ جب عن آتا ہے تو مخالف معنی پیدا ہوجاتے ہین، مثلاً رغب عن الشئ کے معنی ہوئے، اس
چیز سے منہ پھیر لیا یا اسے ناپسند کیا، رغبت ایسا لفظ ہے جس کے معنی ہر اُردو دان بھی جانتا ہے،
سخت حیرت ہے کہ مصنف نے اس طرف مطلق توجہ نہ کی"

بے شبہہ یہ صحیح ہے کہ رغب عن الشئ کے یہی معنی ہین کہ اُس چیز سے منہ پھیر لیا، اسی کی مثل شغل عن الشئ کے یہ معنی ہین کہ اس چیز سے بے نیاز ہوگیا، لیکن کیا رمیت السہم عن القوس کے یہ معنی نہین کہ مین نے تیر کو کمان سے پھینکا، اور نیز بلغوا عنی ولو آیۃ یعنی پہنچا دو میری طرف سے اگرچہ ایک ہی آیۃ ہو، کیا ان مثالون مین عن نے فعل کے معنی کو متناقض کردیا،

قرآن مجید مین ہے ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ خدا ہی کی ذات ہے جو بندون کی توبہ قبول فرماتا ہے، اسی طرح رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے، کیا یہان بھی فعل کے معنی نے عن کو متناقض کردیا،

یہ بھی گذارش ہے کہ بحث ابہ سے ہے نہ کہ "رغب" سے آپ نے دو معنی اس کے لکھے ہین، "یاد کیا، بھولی ہوئی چیز کو یاد کرلیا" اب ان دونون کے ساتھ عن ملائیے، اور متناقض معنی بیان کیجیے، بھولی کی نقیض "یاد" اور "بھولی ہوئی چیز کو یاد کرلیا" کی نقیض "یاد کی ہوئی چیز کو بھول گیا" لغت سے ابہ عن کے یہ معنی ثابت فرمائے جائین، اس کے بعد مین بھی عرض کرونگا کہ مصنف کا قول کس طریقہ سے ثابت ہے

تبصرہ کے صفحہ ۱۳ پر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہین:-
"ابت" گالی دی" مین تنافر ضرور ہے، مگر اسی لفظ کے ایک اور معنی بھی ہین" اونٹنی کا دودھ پیا" جسمین وہ کوئی بات نہین ہے
جسے مصنف ثابت کرنا چاہتے ہین اور قرینہ یہی ہے کہ اونٹنی کا دودھ پینا ابتدائی معنی ہین"

ابتدائی معنی قرار دینے کے لیے معزز تبصرہ نگار کا "غالب یہ ہے" اور کہین "قرینہ یہ ہے" فرما دینا کافی ہے، اس لیے سردست اس بحث کی ضرورت نہین، لیکن نہایت ادب سے گذارش ہے کہ دوسرے معنی کے حذف و تخفیف کی کیا مصلحت ہے؟

لسان العرب مین ہے، "وقال ابو عمرو اَبِتَ الرجل یابَتُ وھو ان یشرب اللبن حتی ینتفخ ویأخذہ کھیئۃ السکر وقال لا یکون ذلک الا من البان الابل"

یعنی ابو عمرو نے کہا کہ اَبِتَ الرجل یأبتُ کے معنی یہ ہین کہ اُس نے دودھ پیا، یہان تک کہ پیٹ پھول گیا اور متوالے کی طرح اُسکی ہیئت ہوگئی، اور یہ بھی کہا کہ ایسی حالت اونٹ ہی کے دودھ سے ہوتی ہے، کیا نفخ اور سکر کی ہیئت قابل انس ہے، کیا جب پیٹ پھول جائے تو اُس وقت کھانے پینے کی رغبت ہوگی یا نفرت، لسان العرب کے علاوہ دوسری کتابون مین بھی مطلق دودھ پینا نہ ملیگا اسلیے کہ یہ اسکے پورے معنی نہین ہین

ڈاکٹر صاحب کہین دوری کے معنی تسلیم کرتے ہین کہین تنافر کا اقرار فرماتے ہین، لیکن باینہمہ یہ بھی ارشاد ہوتا ہے کہ وہ خاصیتین کہان ہین، جن کے لیے مصنف المبین اسے بحث مین لائے ہین، ایسی حالت مین اگر کوئی یہ کہے کہ "ابر" نر کھجور کا شگوفہ مادہ کھجور پر ڈالا" یہان مواصلت سے پہلے دوری ہے تو شاید ڈاکٹر صاحب اسکو قبول نفرمائین جہان مفہوم بالکل عیان ہو، جب وہ قبول نہین ہوتا تو یہ کیون منظور ہوگا،

آخر مین عرض ہے کہ مین نے جو کچھ عرض کیا ہے، حتی الامکان ڈاکٹر صاحب کے احترام کو پورے طور پر ملحوظ رکھتے ہوئے لکھا ہے، تاہم اگر کسی جگہ بلا ارادہ کوئی نامناسب لفظ قلم سے نکل گیا ہو تو مین اسکے لیے ڈاکٹر صاحب سے معذرت کرتا ہون کیونکہ ایک خالص علمی بحث کو اپنے حدود سے تجاوز نہ کرنا چاہیے،

مطبوعاتِ جدیدہ

القانون المسعودی، مسلم یونیورسٹی جب کالج تھا، اور مسٹر یوسف ہارویز وہان عربی کے پروفیسر تھے، تو علامہ بیرونی کی معرکۃ الآرا کتاب القانون المسعودی کی کالج کی طرف سے اشاعت کی تحریک شروع ہوئی تھی، اُس وقت سے برابر اس پر کچھ نہ کچھ صرف ہوتا رہا، مگر نتیجہ ہمیشہ صفر رہا، پچھلے دنون مولوی محمد فاروق صاحب ایم اے، بی، معلم ریاضیات مسلم یونیورسٹی نے اپنے ذاتی شوق سے اس کی طرف توجہ کی، اور قانون مسعودی کے چوتھے مقالہ کو مع اصل اور اُس کے انگریزی ترجمہ کے شایع کیا، اور ترجمہ پر انگریزی مین حواشی لکھے، ضرورت تھی کہ یونیورسٹی چند علماء اور جدید ماہرین ہیئت سے اس رسالہ پر استصواب کرتی اور اگر یہ ترجمہ مناسب ٹھہرتا تو چندے مترجم کو جواب یونیورسٹی کی تعلیمی خدمت سے شاید سبکدوش ہوچکا ہے، اس خاص کام پر مقرر کرتی، یہ رسالہ شاید مسلم یونیورسٹی پریس علی گدھ سے ملے،

قولِ حق، مولوی اکبر شاہ خان نجیب آبادی نے اس نام سے ایک اصلاحی کتاب لکھی ہے، جو درحقیقت دو مستقل حصون پر منقسم ہے، پہلے حصہ مین اسلام کے اندرونی فرقہ وارانہ اختلافات اور بدعات کی مکمل تاریخ ہے اور دوسرے حصہ مین ضلالت و گمراہی کے اسباب، تقلید جامد، اسلاف پرستی، جاہ پسند علماء، اہل دنیا صوفی، خود پسند و شکم پرور لیڈر، انجمنون کا طوفان بتائے ہین، پھر اسلام کی آسانی، اسلامی تعلیمات، مسالت، اختلافاتِ صحابہ، قرآن مجید، قرآن مجید کے بعض مضامین، تفاسیر اور عروج و زوال اور دنیا کے مفہوم پر خود قرآن مجید کی آیتون سے استدلال کیا گیا ہے، کتاب کے پہلے حصہ مین گو تاریخی مسامحات کچھ موجود ہین تاہم اس مفید و کارآمد کتاب کی تصنیف پر ہم مصنف کو مبارکباد دیتے ہین، اور اس "قول حق" کے اظہار مین کوئی باک نہین کہ مصنف نے مسلمانون کی بہت حد تک صحیح نباضی کی ہے، اور مریض کے

صحیح نسخہ لکھا ہے، قیمت ۶ع، پتہ منیجر عبرت، نجیب آباد،

جنتی دو پھول، حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے مختصر حالات مین مولوی میر نذر علی صاحب درد کاکوروی نے یہ رسالہ نہایت آسان و سہل زبان مین لکھا ہے، امام شہید کے حالات مین کربلا کے واقعات بھی آگئے ہین، عورتون اور بچون کے مطالعہ کے لائق ہے، قیمت ۵ر پتہ ملک چنن الدین گگے زئی تاجر کتب کشمیری بازار، لاہور،

القول المتین فی حقیقۃ الیمین یہ رسالہ اس بحث پر کہ قرآن مجید مین قسمون کا فلسفہ کیا ہے، مولوی احمد دین صاحب سیالکوٹی نے لکھا ہے، مولوی صاحب عربی و انگریزی دونون کے عالم ہین، اس لئے اُن کا یہ رسالہ قدیم وجدید دونون طبقون کے لئے مفید ہوگا، اگر اس سلسلہ مین مصنف نے اس بحث کی سب سے بہتر کتاب الامعان فی اقسام القرآن مصنفہ مولانا حمید الدین صاحب مفسر نظام القرآن نہین دیکھی تو اب انکو دیکھنی چاہئے تاکہ بحث کے آیندہ اجزا مین نئے مطالب ہاتھ آئین، قیمت ۶ر پتہ مولوی احمد دین صاحب پال محلہ میانہ پورہ شہر سیالکوٹ،

معراجِ سخن، موجودہ اساتذۂ سخن مین جنہون نے اپنی کہنہ مشقی، مہارتِ فن، اور کمالِ سخندانی سے اگلے بزرگون کے نام کو زندہ کر رکھا ہے، جلیل القدر نواب فصاحت جنگ حافظ جلیل حسن صاحب جلیل کا جو پایہ ہے وہ ظاہر ہے، مولوی سید عبد الغفور صاحب شہر ندوی نے جو حافظ صاحب کے تلمیذ رشید ہین، معراجِ سخن کے نام سے اپنے استاد ممدوح کی نعتیہ غزلون منقبتون اور سلامون کا یہ مجموعہ بہت حسن و خوبی کے ساتھ چھپوایا ہے، حافظ صاحب کے کلام کی بلندی، پختگی اور کہنہ مشقی کی داد کون نہ دیگا، مگر اس سے بڑھکر ان کے وہ روحانی جذبات ہین جو کلام موزون کی صورت مین ظاہر ہولے ہین، پتہ :- مولوی سید عبد الغفور صاحب شہر ندوی بھوپال ہوس لال باغ لکھنؤ،

تابشِ خیال، نئے دور کے اردو شاعرون مین جناب افسر امروہوی کا نام بھی داخل ہے، رسالون

اور اخباروں میں اُن کا کلام اکثر نکلتا رہتا ہے، تابشِ خیال کے نام سے اُنہوں نے اپنے نئے کلام کا مجموعہ مرتب کیا ہے، شروع میں ایک مقدمہ ہے جو اب گویا نئے اصولِ دیوان سازی کے مطابق پرانی تقریظ کی جگہ رائج ہو رہا ہے، پرانی تقریظ اور نئے مقدمہ میں فرق اس قدر ہوتا ہے کہ تقریظ اخیر میں ہوتی تھی اور مقدمہ شروع میں ہوتا ہے، دوسرا فرق یہ ہے کہ تقریظ نری لفاظی ہوتی تھی اور مقدمہ مدلل ہوتا ہے، بہرحال افسر کے کلام میں اچھے پر درد، بلند، اور فلسفیانہ و صوفیانہ اشعار کی تعداد خاصی ہے، مگر انہیں کے پہلو بہ پہلو دوسرے قسم کے اشعار بھی ہیں، مثلاً

اُس نقطۂ شباب کی بدقسمتی نہ پوچھو محدود ہو جو دائرۂ اضطراب سے

قیمت ۸ھ، پتہ:- شاہد علی امجد علی امروہوی، رام سوامی نسروان کمپونڈ متصل نیو ورکشاپ کراچی،

ذکرِ مبارک، مولانا عبد الرحمن صاحب نگرامی ندوی مرحوم خدا اُن کو غریقِ رحمت کرے، سرورِ کائنات علیہ السلام والتحیات کے حال میں مختصر سے مختصر اور سہل سے سہل لفظوں میں یہ رسالہ لکھا تھا جس کو انکی وفات کے بعد شبلی بک ڈپو لکھنؤ نے شایع کیا ہے، بچوں اور عورتوں کے پڑھنے کے قابل اور عام مسلمانوں میں تقسیم کرنے کی چیز ہے، قیمت ۱ر، پتہ:- شبلی بک ڈپو لکھنؤ،

اسلام اور عبادت، ڈاکٹر سعید احمد صاحب بریلوی سابق اڈیٹر ہمدرد دہلی، اصلاحی اور مذہبی مسائل میں بڑی خوبی سے آسان و سہل لیکن دلچسپ طرزِ ادا میں اچھے اچھے مضامین اور رسالے لکھتے رہتے ہیں، اسی سلسلہ میں یہ رسالہ بھی لکھا ہے اس میں اسلامی عبادت کے فلسفہ اور اُس کی حکمتوں اور مصلحتوں کو خوبی کے ساتھ سمجھایا ہے، اور نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کے مصالح بتائے ہیں،

قیمت ۸ر، پتہ:- منیجر نظام المشایخ پوسٹ بکس نمبر ۱۱ دہلی،

"بس"

جلد بست و پنجم | ماہ محرم الحرام ۱۳۴۹ھ مطابق ماہ جون سنہ ۱۹۳۰ء | عدد ۶

مضامین

تصحیح

صفحہ ۴۰۷، ۴۱۱ میں "مقری" کے بجائے ہر جگہ "مقریزی" چھپ گیا ہے، ناظرین تصحیح کر لین،

"ر"